بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نقشبندیہ عجب قافلہ سالارند
کہ برند ز راہِ پنہاں بحرم قافلہ را
نورِ طریقت
(معمولاتِ نقشبندیہ مجددیہ نوریہ)
تالیفِ لطیف
پیر سید بدرِ مسعود شاہ گیلانی
زیبِ سجادہ آستانہ عالیہ نوریہ چوراشریف
جماعت خدامِ اہلسنت
چوراشریف پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالَّذِیۡنَ جَاھَدُوۡا فِیۡنَا لَنَھۡدِیَنَّھُمۡ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۝ (العنکبوت،69)

"اور جو لوگ ہمارے راستے میں کوشش کرتے ہیں، یقیناً ہم انھیں اپنی طرف رہنمائی دیتے ہیں اور بے شک اللہ تعالےٰ محسنین کے ساتھ ہے۔"

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارند
کہ برند ز راہِ پنہاں بحرم قافلہ را

(نقشبندیہ بزرگ عجب قافلہ سالار ہیں کہ خفیہ راستے سے بارگاہ تک لے جاتے ہیں)

نورِ طریقت

(معمولاتِ نقشبندیہ مجددیہ نوریہ)

— تالیفِ لطیف —

پیر سیّد بدر مسعود شاہ گیلانی مدّظلّہ

زیبِ سجّادہ آستانہ عالیہ نوریہ چوراشریف

زیرِ اہتمام: جماعت خدّامِ اہلسنّت دارالارشاد چوراشریف، پاکستان

مرکزی سیکرٹریٹ: جامع مسجد و خانقاہِ نوریہ چوراہیہ، نزد منظور پارک ریلوے پھاٹک، چک جھمرہ روڈ، فیصل آباد۔

نام کتاب	”نورِ طریقت“
تالیفِ لطیف	پیر سیّد بدر مسعود شاہ گیلانی مدظلہ العالی، چوراشریف
ضخامت	96 صفحات
کمپوزنگ	قیصر منیر، محمد شفیق احمد مجددی نوری، فیصل آباد۔
شائع کنندہ	جماعت خدام اہلسنت، دارالارشاد چوراشریف (پاکستان)
طباعت	ظفر اینڈ فضل پریس، بیرون امین پور بازار، فیصل آباد۔
سن اشاعت	فروری 2020ء
ہدیہ	ــــــــ روپے صرف
رابطہ	محمد شفیق احمد مجددی نوری، انچارج تصنیف و تالیف
	جماعت خدام اہلسنت، چوراشریف (پاکستان)
	فون نمبر، وٹس ایپ؛ 0313 6222920
	ای میل؛ shafiqijaz1@gmail.com

دستیابی؛ ــــــــ محمد عرفان انور، انچارج شعبہ سیل سنٹر،

جماعت خدام اہلسنت، چوراشریف (پاکستان)

فون نمبر؛ 0300 7272843

کتاب ہٰذا کی تمام تر آمدنی جماعت خدام اہل سنت کے نام وقف ہے۔

والدِ گرامی قدر

صوفیٔ باصفا، وارثِ علم وحکمتِ حضرت خواجہ سیّد نور محمدؒ گیلانی چوراہی

نائبِ مجدّدِ الفِ ثانی رضی اللہ عنہ

حضرت علامہ پیر سیّد مسعود الحسن شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

المعروف صوفی صاحب آستانۂ عالیہ نوریہ چوراشریف

کے نام

جن کی نظرِ عنایت اور فیضِ تربیت کے بغیر دین و دُنیا کی سرفرازیاں ممکن نہ تھیں اور جن کی زندگی ہمارے لئے سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسا نمونہ تھی، جس کا عکسِ جمیل آج بھی قلب و رُوح کو منوّر کر رہا ہے۔

—— بہ حُسنِ فیض ——

رہبرِ سالکانِ طریقت، مرشدِ کاملاں، سرتاجِ عرفائے حقیقت'

آفتابِ درخشندہ سمائے معرفت وحکمت، شیخ المشائخ، خواجۂ خواجگان

حضرت خواجہؒ سیّد نور محمدؒ گیلانی چوُراھی

المعروف باباجی صاحب تیراہی ثم چوراہی قدس سرہٗ العزیز

----- بہ فیضانِ نظر -----

واقفِ اسرارِرُوحانی، کاشفِ رُموزِ نہانی، غواصِ بحرِ عرفانی،

مقتدائے اربابِ معانی، مخدوم المشائخ

حضرت خواجہؒ پیر سیّد محمدؒ سعیدشاہ گیلانی چوُراھی رحمۃ اللہ علیہ

فہرست

سبب تالیف

جب جماعت خدامِ اہلسنت کو از سرِنو منظّم کیا تھا تو دل میں اِرادہ تھا کہ وابستگانِ جماعت، بالخصوص دوستانِ طریقت کے لئے ایک مختصر سا نصاب مرتب کیا جائے، جس پر عمل پیرا ہو کر طریقتِ نقشبندیہ سے فیض یاب ہوا جا سکے لیکن کام کی مصروفیات اور جماعت خدامِ اہلسنت کے زیرِاہتمام منعقد کئے جانے والے پروگراموں کی وجہ سے فرصت نہ مل سکی۔ اس سے بھی بڑی وجہ یہ تھی کہ مَیں اپنے آپ کو اتنے بڑے کام کا اہل بھی نہیں سمجھتا تھا، جو بظاہر چھوٹا ہے لیکن اپنی حقیقت کے اعتبار سے میری قابلیت سے بہت بلند ہے۔

ایک دن میرے عزیز دوست، خلیفۂ مجاز آستانہ عالیہ چوراشریف، جناب ظہیرالدین بابر صاحب، فیصل آباد سے چوراشریف آئے تو اپنے ساتھ چند اوراق پر مشتمل ایک پمفلٹ جس میں منظوم شجرۂ طریقت لکھا ہوا تھا، لائے اور کہنے لگے کہ اس کی ترتیب دُرست کر دیں۔ تب میرے ذہن میں خیال آیا کہ کیوں نہ طریقتِ نقشبندیہ کے متعلق ابتدائی معلومات بھی لکھ دی جائیں تاکہ احباب ان سے مستفیض ہو سکیں۔ چنانچہ کتاب ہٰذا وجود میں آئی، جس میں توفیقِ الٰہی سے طریقتِ نقشبندیہ مجددیہ کا حتی الامکان مکمل نصاب اور بیعت کے موضوع

پر ایک نہایت مفید مضمون شامل کیا گیا ہے، مزید حضرت بابا جی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے "شجرۂ طریقت" کے ساتھ ساتھ "شجرۂ نسب" بھی لکھ دیا گیا ہے کیونکہ بعض لوگ "شجرۂ طریقت" کو ہی "شجرۂ نسب" سمجھ لیتے ہیں، جس کی وجہ سے غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں۔

آخر میں دُعا ہے کہ اِس تحریر کا سبب و محرک بننے والے ظہیر الدین بابر صاحب کو اللہ ربّ العزت دین و دُنیا کی برکتیں اور فضیلتیں عطا فرمائے! آمین۔

سیّد بدر مسعود شاہ گیلانی، آستانہ عالیہ نوریہ چورا شریف

آغازِ کتاب

طریقت

بہت سے تعلیم یافتہ نوجوانوں کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا طریقت شریعت سے کوئی الگ چیز ہے یا یہ دونوں ایک ہی ہیں؟

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ شریعت وطریقت کے متعلق فرماتے ہیں:

"ظاہر کو ظاہر شریعت کے ساتھ اور باطن کو باطن شریعت کے ساتھ (جو حقیقت سے عبارت ہے) آراستہ اور مزین رکھیں کیونکہ حقیقت و طریقت، حقیقتِ شریعت اور اس حقیقت کے راستے سے عبارت ہیں یہ بات نہیں کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت وحقیقت دوسری بات ہے۔اس طرح (شریعت وطریقت علیحدہ ہونے کا) سوچنا الحاد اور زندقہ ہے۔" (مکتوب نمبر: 1/57)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ شریعت اُن احکامات پر عمل پیرا ہونے کا نام ہے، جو قرآن و سنت میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں شریعت' ظاہری طور پر احکاماتِ الٰہی پر عمل پیرا ہونے اور طریقت' باطن میں خشیتِ الٰہی اور ذکرِ الٰہی کے جاری ہونے اور ان اعمال میں اخلاص حاصل ہونے کا نام ہے۔خشیت، ذِکرِ الٰہی اور اخلاص کے حصول کے لیے سلف صالحین سے چار سلاسل طریقت مذکور ہیں، سلسلۂ نقشبندیہ ،قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ۔

طریقتِ نقشبندیہ خالصتاً ان اعمال کو ادا کرنے کا نام ہے، جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرتِ مبارکہ سے اخذ کئے گئے ہیں، عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ کوئی مخصوص طرزِ زندگی

اپنانے یعنی کسی جنگل یا چلہ گاہ میں تنہائی اختیار کرنے کو طریقت کہتے ہیں، اگر چہ کئی سلاسلِ طریقت میں اس طرزِ عمل کو اختیار بھی کیا جاتا ہےاور سالک سے مختلف قسم کی ریاضتیں اور چلہ کشیاں کرائی جاتی ہیں لیکن طریقتِ نقشبندیہ سالک کے روزمرہ کے معمولات کو جاری رکھتے ہوئے ان معمولات کو حضور نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا آئینہ بنا دیتی ہے، جس کے وسیلہ سے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ جذبۂ محبتِ الٰہی سالک کے باطن کو صاف و شفاف بنا دیتا ہےاوراس صفائی کی بدولت سالک کے باطن کا آئینہ چمک اُٹھتا ہے اوراس میں اللہ تعالیٰ کے انوارات آنا شروع ہو جاتے ہیں۔

طریقت کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ انسان کسی ایسے صالح شخص کی بیعت اختیار کرے، جو حضور ﷺ کی کامل اتباع کرتا ہواور حضور سرورِ کونین ﷺ کے مقاصدِ بعثت میں سے ایک مقصد ویزکیھم کے زُمرے میں آتا ہو یعنی اللہ کے فضل اور کرم سے سنتِ رسول ﷺ پر عمل کرتے ہوئے اس نے تزکیۂ نفس کی منزل پالی ہو، یہ منزل حضور ﷺ کی تبعیت کے صلے میں بطور وراثتِ نبوی ﷺ ملتی ہے۔اس طرح ایسا صالح انسان طالب کی تربیت کرتے ہوئے اس کا تزکیہ نفس کرتا ہے اوراسے قربِ الٰہی کی منازل طے کراتا ہے۔ یہ سب کچھ اخلاص کی بنیاد پر قائم خانقاہی نظام سے ہی ممکن ہے۔

بیعت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کیا بیعت کرنا بدعت ہے؟

الجواب؛ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ علٰی نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ صَحۡبِہٖ اجمعین۔ والسَّلَامُ عَلٰی مَنِ التَّبَعِ الھُدٰی ۔ کسی انسان کا راہِ ہدایت کا متلاشی ہونا اور پھر راہِ حق کو پا لینا سراسر اللہ تعالیٰ کی عنایت اور لطف و کرم کے نتیجہ میں ہی ہوتا ہے۔تاہم اِس کے ساتھ ساتھ بناً بر اِستقرأ ٔ محققین نے اِس اُصول کو بھی قابلِ یقین تصور کیا ہے کہ ہدایت اُس کو ملتی ہے، جو ہدایت کا خلوصِ دل سے طالب ہو،اِس لیے کہ اسباب وعِلل سے جڑی ہوئی اِس دُنیا میں ہر کام کسی نہ کسی طرح محتاجِ علت ہےاور حصولِ صراطِ مستقیم مشروط ہے طلبِ ہدایت سے اوراس کے لئے اسبابِ ضروریہ میں سے شرحِ صدر کا ہونا ہے کیونکہ اگر کوئی شخص دریچۂ دل وا کئے بغیر ہی کسی نظریہ یا عقیدہ کی پرکھ کرے گا تو وہ ناکام و نامراد لوٹے گا اور اگر اس نے تحقیقِ حق وصواب سے پہلے ہی ایک مخصوص ذہن بنایا ہوا ہےتو پھر اُس شخص کے سامنے اگر دلائل و براہین پرمشتمل کئی دفتر رکھ دیئے جائیں تو ہر ورق ، ورقِ شجر ثابت ہوگا، ہر آوازِ حق صدا بہ صحرا ہوگی اور ہر دلیل بے خانماں مسافر۔

قرآنِ پاک نے ’’ شرحِ صدر‘‘ اور’’ضیقِ صدر‘‘ کی مثال کس طرح شاندار انداز میں دی ہے،اگر ذرا سی بھی توفیق ارزاں ہوتوچشمِ بصیرت فروزاں ہوسکتی ہے۔اللہ ربّ العزت کاارشاد ہے؛

’’فَمَن یُّرِدِاللّٰہُ اَنۡ یَّھۡدِیَہٗ یَشۡرَحۡ صَدۡرَہٗ لِلۡاِسۡلَامِ ۚ وَمَنۡ یُّرِدۡ اَنۡ یُّضِلَّہٗ یَجۡعَلۡ صَدۡرَہٗ ضَیِّقًا حَرَجًا کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ ؕ کَذٰلِکَ یَجۡعَلُ اللّٰہُ الرِّجۡسَ عَلَی

اَلَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ O" (الانعام 6/125) ترجمہ: "پس جس کو اللہ ہدایت دینے کا ارادہ کرے، اسلام کے لئے اس کا سینہ کھول دیتا ہے اور جس کو گمراہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے، اس کے سینہ کو تنگ اور بند کر دیتا ہے، گویا کہ زور سے آسمان کی طرف چڑھتا ہے۔ اسی طرح کرتا ہے ناپاکی' اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے اوپر جو کہ ایمان نہیں لاتے۔"

آیتِ مبارکہ پر سرسری غور کر لیا جائے تب بھی یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جس شخص کو اللہ تبارک وتعالیٰ ہدایت دینا چاہے تو اس کے سینے کو قبولِ حق کے لئے کھول دیتا ہے اور وہ اِسلام کے بنیادی حقائق کا اِدراک حاصل کر لیتا ہے، وہ اِسلام کے اُصول ومبادیات پر اس طرح ایمان لاتا ہے کہ جب بھی مسافتِ زندگی میں اُسے کوئی دُشواری پیش آتی ہے یا معاملات کی پیچیدگیاں اس کو ورطۂ حیرت میں مبتلا کر دیتی ہیں، تو اس گومگو اور کشمکش (Confusion) سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اور اس خواہش کے حصول کے لئے کہ وہ جادۂ حق پر ہی گامزن رہے ، وہ رُجوع کرتا ہے تو اُنہی اُصولوں کی طرف رُجوع کرتا ہے، جن پر وہ خدا کے فضل سے ایمان لایا تھا اور وہ حق بات کو علی الاعلان قبول کرنے سے بالکل اُسی طرح نہیں شرماتا، جس طرح کوئی مثال بیان کرنے سے اللہ تعالیٰ نہیں شرماتا (اِنَّ اللّٰـہَ لَا یَسۡتَحۡیٖۤ اَنۡ یَّضۡرِبَ مَثَلاً ...... (البقرہ 2/26) بے شک اللہ تعالیٰ مثال دینے سے نہیں شرماتا ....) اور معاشرتی دباؤ کو وہ پائے حقارت سے مسل کر رکھ دیتا ہے اور اُسے کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ حق بات کو قبول کر لینے کے بعد اس کے ہم مکتبہ فکر لوگ کیا کہیں گے۔

یہی وجہ ہے کہ دعوتِ پیغمبران و رُسل کو صرف انہی لوگوں نے قبول کیا، جن کو انشراحِ صدر کی دولت نصیب تھی اور جب ان کے سامنے کوئی حق بات رکھی گئی تو وہ معاشرتی دباؤ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس کو علی الاعلان ماننے پر تیار ہو گئے۔

اس کے بعد والے حصے میں اللہ ربّ العزت نے گمراہ ہونے کے لئے جس سبب کو

بیان کیا ہے، وہ ہے تنگیٔ دل اور سینہ کی بندش اور گھٹن، یہ تنگی اور گھٹن گمراہ کن نظریات کے طفیل اتنی بڑھتی ہے کہ اگر ایسے لوگوں کے سامنے فرشتے بھی کھڑے ہو کر سچائی کی گواہی دیں تو وہ اس کو ماننے کے لئے بھی کبھی تیار نہ ہوں گے اور اس ضیقِ صدر کی کیفیت یہ ہوگی جیسے آسمان کی بلندیوں پر چڑھنا، یعنی اس پر حق کے واضح ہونے کے بعد بھی اس کو قبول کرنا اِتنا دُشوار ہوتا ہے جتنا آسمان کی بلندیوں پر چڑھنا۔

اللہ تعالیٰ کی سچی بات کو قبول نہ کرنے والے وہ لوگ، جو ایمان نہیں لاتے اور قرآنی احکامات کو نہیں مانتے بلکہ ماننے کے بجائے ان سے پہلو تہی کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کسی طرح توڑ موڑ کر ایسے معنی وضع کر لئے جائیں ،جن سے ان کے مؤقف کی تائید ہوتی ہو اور یوں اللہ تعالیٰ کے دلائل کو پسِ پشت ڈال دیتے ہیں تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ ان پر غیر پاکیزہ عقائد و خیالات مسلط کر دیتا ہے اور ناپاکی ان کے خیالات و تصورات میں یوں رچ بس جاتی ہے کہ اُن کے انفس و آفاق میں تعفن پھیل جاتا ہے۔

محولا بالا آیتِ مبارکہ اور اس کی تشریح سے مقصد یہ ہے کہ آئندہ جو بات تحریر کی جا رہی ہے، اس سے پہلے یہ واضح کر دیا جائے کہ جب تک دریچۂ دل کھل نہ جائے تو ہر آواز محض ثقلِ سماعت کا سبب ہے اور ہر دلیل و برہان تضیعِ اوقات کا باعث ہے۔ لہٰذا اگر سچ کو سچائی کے اُصولوں پر پرکھنا اور ماننا ہو تو صرف ایک بات ہی کافی ہے ورنہ ہر چیز بے کار محض۔

اِس تمہید کے بعد اصل مقصد کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ بیعت کرنا بدعت ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ کے حل کے لئے چند اُصول متعین کرنے پڑیں گے کہ

1۔ سنت کیا ہے؟

2۔ بدعت کیا ہے؟

3۔ بیعت کیا ہے؟

سُنّت

سُنّت کے لغوی معنی طریقہ، خصلت کے ہیں، کذا فی المنجد (جیسا کہ عربی لغت المنجد میں ہے)۔ اس کے علاوہ وہ راستہ جس پر چلا جائے۔ امام راغب اصفہانی "صاحبِ مفردات" نے سنت کے لغوی معنی، راستہ اور طریق کے کئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ "سُــــنة الــنّبـــی" سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ طریقہ ہے، جسے آپ نے اختیار فرمایا۔ محدثین کی اصطلاح میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال، اقوال یا تقریر کو سُنّت کہتے ہیں۔ علمائے اہلِ حدیث نے سُنّت کے اطلاق میں وُسعت سے کام لیا ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ، اخلاق وعادات اور وہ تمام افعال واقوال شامل ہیں، جو کتبِ حدیث میں مذکور ہیں۔

وحی، جس کو عمومی طور "وحی متلو" کہا جاتا ہے، قرآنِ پاک ہے اور تمام عالمِ اسلام اس بات پر متفق ہے کہ قرآن میں بیان کردہ ہر حکم حق ہے اور جو شخص بھی اس کو حق مان لینے کے بعد اس سے رُوگردانی کرے، وہ گویا کہ صراطِ مستقیم سے دُور جا پڑا ہے اور اس کے کافِر ہو جانے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

قرآن میں ارشادِ خداوندی ہے؛ "مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۔" (النساء 4/80) ترجمہ؛ جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اِطاعت کی تو یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی، یعنی آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر کام جس پر قرآن کی گواہی موجود ہو یا حدیثِ متواترہ سے وہ عمل پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہو، وہ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہلائے گا اور اس پر عمل کرنا ہر زمانے میں اہلِ ایمان پر واجب ہوگا اور جو اس عمل کا انکار کرے گا وہ گویا حکمِ خداوندی کو پسِ پشت ڈالنے والا ہوگا۔ "وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝" (الاحزاب 33/36) ترجمہ؛ اور جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی، تحقیق وہ کھلی گمراہی میں جا پڑا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات عین فطرتِ انسانی کے موافق اور مطابق ہیں اور انسانی فطرت کے جملہ تقاضوں کو پورا کرتی ہیں۔ان کی خلاف ورزی فطرت سے بغاوت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سارے عالم میں اتحاد و یگانگت، عدل اور امن وامان قائم ہوسکتا ہے۔ وِلادت سے لے کر وفات تک، خوشی سے غمی تک بلکہ زندگی کے ہر شعبہ اور ہر پہلو کی اصلاح کے لئے ہمیں صرف سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رُجوع کرنا پڑے گا۔

سُنّت کی اہمیت، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روشن طریقہ کو اختیار کرنے کا قرآن نے جو واضح حکم دیا، اس کے بعد کسی کے لئے اس بات کی گنجائش نہیں رہتی کہ اور بھی دلائل دیئے جائیں لیکن اگر سُنّت کی اہمیت کو قلب و جاں کی گہرائیوں میں راسخ کرنے اور اتمامِ حجت کے لئے احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کیا جائے تو پیش آمدہ قضیہ کی مزید وضاحت ہو سکے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں: " اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ كُلُّ اُمَّتِیْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰی قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَ مَنْ يَّاْبٰی قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ أَبٰی" (رواہ البخاری، جلد سوم، 2184) ترجمہ: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منکر کے سوا میری ساری اُمت جنت میں جائے گی۔ پوچھا گیا کہ منکر کون ہے؟ فرمایا: جس نے میری فرمانبرداری کی جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی وہ منکر ہے۔

ایک اور حدیثِ مبارکہ میں اس کی مزید وضاحت ہے: "قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا صَنَعَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم شَيْئًا تَرَخَّصَ فِيْهِ وَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ فَبَلَغَ ذَالِكَ النَّبِیُّ فَحَمِدَ للّٰهَ وَاَثْنٰی عَلَيْهِ وَ قَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُوْنَ عَنِ الشَّيْئِ اَصْنَعُهٗ فَوَاللّٰهِ اِنِّیْ اَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ وَاَشَدُّهُمْ لَهٗ خَشْيَةً" (صحیح بخاری، جلد سوم 2204) ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام کیا پھر اس کی اجازت ہوگئی مگر ایک گروہ نے اس سے پرہیز کیا۔ یہ خبر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے خطبہ پڑھا اور اللہ کی حمد بیان کی پھر فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے کہ ان چیزوں سے بچتے ہیں، جو مَیں کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم! مَیں ان سب سے زیادہ اللہ کو جانتا ہوں اور سب سے زیادہ خوف رکھنے والا ہوں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا؛

"یاَیُّھا النّاس انِّی قد ترکت فیکم ما ان اعتصم بہٖ فلن تضلوا ابداً کتاب اللّٰہ و سنۃ نبیّہ" (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) (مستدرک جلد 1 صفحہ 93) ترجمہ؛ اے لوگو! مَیں نے تمھارے اندر دو چیزیں چھوڑی ہیں، اگر تم نے ان کو مضبوطی سے پکڑا تو ہرگز تم گمراہ نہ ہو گے۔ ان میں سے ایک کتاب اللہ اور دوسری سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

یہ تو بیان تھا کہ سنت کی تعریف اور معانی کیا ہیں۔ علمائے اہلِ حدیث نے سنت کے مندرجہ بالا بیان کو جو کہ صرف سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم تک ہی محدود کیا گیا ہے، حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تک بڑھا دیا ہے۔ چنانچہ محمد صادق سیالکوٹی (اہلِ حدیث عالمِ دین) نے اپنی کتاب "اعجازِ حدیث" صفحہ 155 پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کا بیان اپنی تائید میں یوں بیان کیا ہے کہ

"السنۃ ما سنہ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم والجماعۃ ما اتفق علیہ اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم۔" ترجمہ؛ سنت وہ چیز ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسنون قرار دی اور جماعت وہ کہ جس نے حضراتِ صحابہ کرام پر اتفاق کیا۔

نواب صدیق حسن خاں صاحب قنوجی (جو کہ مشہور اہلِ حدیث عالم ہیں) لکھتے ہیں:

"ان ما سنۃ الخلفأ الراشدون من بعد فالاخذ بہ لیس الا لامرہ صلی اللہ علیہ وسلم

بالاخذ بہ“ (الدین الخالص جلد 2 صفحہ 435) ترجمہ: حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو چیز خلفائے راشدین نے مسنون ٹھہرائی، اس کو محض اس لئے اخذ کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اخذ کرنے کا حکم دیا۔

شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ کا فرمان ہے: ”قول الشیخین حجة “ کہ حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہم اجمعین کا قول حجت ہے۔ (منہاج السنۃ جلد 3 صفحہ 1620)

سطورِ بالا اہلِ بصیرت کی حقیقت تک رسائی کے لئے کافی سامان بہم پہنچاتی ہیں اور اگر خواہشاتِ نفس سے بالاتر ہو کر اور قلب و ذہن کو عصبیت سے مملو کئے بغیر انصاف سے اپنے دعویٰ کو اصولِ سُنّت کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو قبولِ حق میں کوئی مضائقہ نظر نہ آئے گا لیکن مسئلہ کی مزید وضاحت کے لئے یہ ضروری ہے کہ سُنّت کے مقابلے میں ”بدعت“ کو بھی سمجھا جائے کیونکہ یہ بات مُسلّمہ ہے کہ چیزوں کو ان کی ضد کی وجہ سے زیادہ آسانی سے پہچانا جا سکتا ہے، جیسے روشنی کو اگر اندھیرے کے مقابل رکھا جائے تو روشنی کا تصوّر آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔ اِسی طرح عمیت و بصیرت، سماعت و صمیت، لیل و نہار، سردی و گرمی وعلیٰ ہٰذا القیاس۔

بدعت

”بِدعت“ کے لُغوی معنی بقول امام راغب اصفہانی، صاحبِ مفردات القرآن یہ ہیں:

”والبدعه فی المذاهب ایراد قول لم یستن قائلها او فاعلها فیه بصاحب الشریعه و اماثلها المتقدمة واُصولها المتقنة۔“ اِس کا ترجمہ شیخ الحدیث مولانا محمد عبدہٗ فیروز پوری (جس کو اہلِ حدیث اکادمی کشمیری بازار، لاہور نے شائع کیا ہے) نے یوں فرمایا ہے کہ

”بدعت مذہب میں نئی بات داخل کرنا، جس کا قائل یا فاعل صاحبِ شریعت کی اقتدا نہ کرے اور نہ ہی سلف صالحین اور اصولِ شریعت سے اس کا ثبوت ملتا ہو۔“

مشہور امامِ لُغت ابوالفتح ناصر بن عبدالسید المطرازی (المتوفی 616ھ) لکھتے ہیں؛

"البدعة اسم من ابتداء الامر اذا ابتداه و احدثه کالرفعة اسم من الارتفاع و الخلفة اسم من الاختلاف ثم غلب علیٰ ما ھو زیادة فی الدین او نقصان منه۔" (معرب جلد 1 صفحہ 30) ترجمہ؛ بدعت، ابتداع کا اسم ہے جس کا معنی یہ ہے کہ کوئی نئی چیز ایجاد کی جائے، جیسے رفعت، ارتفاع کا اور خلفت اختلاف کا اسم ہے لیکن پھر بدعت کا لفظ اس پر غالب آ گیا، جو دین میں زیادہ یا کم کر دیا جائے۔

علامہ مجدالدین فیروز آبادی (المتوفی 816ھ) لکھتے ہیں؛

"بدعت بالکسر الحدیث فی الدین بعد الاکمال او ما استحدث بعد النبی ﷺ من الاھواء والاعمال۔" (قاموس جلد 2 صفحہ 4) ترجمہ؛ بدعت (کسرۂ با کے ساتھ) ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جو تکمیلِ دین کے بعد نکالی گئی ہو، یا وہ چیز جو آنحضرت ﷺ کے بعد خواہشات اور اعمال کی شکل میں ظہور پذیر ہوئی ہو۔

امام المحدثین، حضرت امام نووی بدعت کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں؛

"کل شیء عمل علیٰ غیر مثال سبق" (نووی، شرح مسلم) ترجمہ؛ یعنی ہر وہ چیز جو کسی سابق نمونہ کے بغیر کی جائے۔

ان لُغوی تصریحات کے بعد یہ ضروری ہے کہ بدعت کا شرعی معنی بھی جان لیا جائے تاکہ اصل معاملہ کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ حافظ ابنِ حجر لکھتے ہیں؛ "والبدعة اصلها ما احدث علیٰ غیر مثال سابق و تطلق فی الشرع فی مقابل السنة فتکون مذمومة۔" (فتح الباری، جلد 4، صفحہ 219) ترجمہ؛ بدعت اصل میں اس چیز کو کہا جاتا ہے، جو بغیر کسی سابق مثال اور نمونہ کے ایجاد کی گئی ہو اور شریعت میں بدعت کا اطلاق سُنّت کے مقابلہ میں ہوتا ہے، لہٰذا وہ مذموم ہی ہوگی۔

حافظ بدرالدین عینی لکھتے ہیں؛ ''والبدعة فی الاصل احداث امر لم یکن فی زمن رسول اللّٰه ﷺ '' ترجمہ؛ بدعت اصل میں ایسی نو ایجاد چیز کو کہتے ہیں، جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نہ تھی۔

بدعت کی اِن لُغوی تصریحات اور شرعی مصطلحات کے بعد یہ ضروری ہے کہ بدعت کے مردُود ہونے پر سرکارِ دوعالم ﷺ کی احادیث کو بیان کر دیا جائے۔

”عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت قال رسول اللّٰه ﷺ مَن احدث فی امرنا هٰذا ما لیس منه فهو ردٌ۔“ (متفق علیہ) ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا؛ جو ایجاد کرے ہمارے اس حکم میں نئی بات، پس وہ مردُود ہے۔

ایک اور حدیثِ مبارکہ میں ارشاد ہے؛

”عن جابر رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه ﷺ امّا بعد فانّ خیر الحدیث کتاب اللّٰه وَ خیرالهدی هدی مُحمَّدٍ و شرالامور محدثاتها و کل بدعةٍ ضلالةٌ۔“ (رواہ مسلم) ترجمہ؛ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حمد وصلوٰۃ کے بعد کہ یقیناً بہترین بات قرآن کی بات ہے اور بہترین طریقہ، محمد ﷺ کا طریقہ ہے۔ بدترین چیز دین کی بدعتیں ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

سرکارِ دوعالم ﷺ کے ارشاداتِ عالیہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ہر وہ بات جو قرآن میں موجود نہ ہو اور اس کی مثال حضور ﷺ کے قول وفعل میں بھی نہ پائی جاتی ہو اور آپ کے طریقۂ زندگی میں بھی اس کی مثال نہ ہو تو وہ یقیناً بدعت ہوگی اور ہر بدعت گمراہی ہے، و کل ضلالة فی النار۔ (اور ہر گمراہی کا انجام جہنم ہے)

دراصل ”بیعت“ کا معاملہ وجہِ نزاع اس لئے بن گیا ہے کہ عام لوگ اِس کو زیرِ بحث لانے لگے ہیں اور نوبت بہ ایں جا رسید کہ آج کل جس کسی نے بھی چاہا، اُمورِ شرعیہ پر بحث

کا دروازہ کھول لیا، چاہے وہ علم رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ علاوہ ازیں کچھ لوگ اپنی غلط عادات پر، جن کو وہ امورِ دینیہ میں شمار کرنے لگے ہیں اور ان اُمور کی دین میں کوئی اصل نہیں ملتی، بلا دلیل اڑ بھی جاتے ہیں، بنا بریں فریقِ مخالف ان کی ہر بات کو اسی تناظُر میں دیکھتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ فرقہ بندیوں نے مسلمان گروہوں میں عصبیتیں پیدا کر دی ہیں، ایک طرف غلط بات پر اڑے رہنا جہاد کے مترادِف سمجھا جاتا ہے اور دوسری طرف فریقِ مخالف کی ہر بات اور ہر عمل کو بلا کم و کاست ردّ کر دیا جاتا ہے۔

اس بات کے برملا اعتراف میں کوئی حرج نہیں سمجھا جانا چاہیے کہ موجودہ دَور میں اکثر خانقاہوں اور پیر خانوں میں بدعات کو رِواج دیا جاتا ہے۔ بزرگوں کے اعراس وایّام منانے کے دوران خرافات کھلے عام ہوتی ہیں، بیلوں اور کتوں کی دوڑیں لگوائی جاتی ہیں، سرکس اور بے ہودہ باتوں کو برسر عام کیا جاتا ہے اور یہ بھی کہ قبروں پر لوگ جاہلیت کی بنا پر سجدہ ریز ہو جاتے ہیں لیکن بجائے اس کے کہ سجادہ نشینان حضرات ان بدعات وخرافات کو روکیں، وہ خود اِن نازیبا حرکات کی سرپرستی کرتے ہیں۔ اگر ان کو دین کا حصہ سمجھ کر ادا نہ کیا جاتا تو بھی ایک بات تھی لیکن یہ سب کچھ اُمورِ شرعی کے مطابق سمجھا جاتا ہے۔ ان بدعات وخرافات کے خلاف آواز بلند کرنے والے کو خارِج از اسلام اور بزرگوں کا مخالف سمجھا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ بھی بے شمار بدعات ہیں، جن کو بیان کرنے کا یہ محل نہیں، لیکن ناطقہ سر بگریباں اس بات پر ہے کہ فریقِ مخالف ان لوگوں کو بھی، جو اِن بے ہودگیوں کو اسلامی اقدار کے منافی خیال کرتے ہیں اور خود تمسک بالقرآن والحدیث کو حرزِ جاں بنائے ہوئے ہیں اور سنتِ رسول ﷺ پر مکمل طور پر عمل پیرا ہیں، ایک ہی چھڑی سے ہانکتا ہے اور ان کے ہر عمل کو ردّ کرتا ہے۔ حالانکہ وہ اپنے حلقۂ اثر میں قرآن وسنت کی اشاعت کے لئے ہمہ تن کوشاں ہوتے ہیں۔ انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ جو متعین اُصول اِسلام کے مطابق ہو، اس

کارد نہیں کیا جانا چاہیے۔ ہاں! اگر قرآن وسنت کے مخالف کوئی بات دیکھی جائے تو برملا اظہار کرنے میں تامل نہ کیا جائے۔

آمدم برسرِ مطلب، مذکورہ بالا بحث کو جملۂ معترضہ سمجھتے ہوئے، اب اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ جو سُنّت و بدعت کی بحث کی گئی ہے وہ اس لئے کہ یہ دونوں باہم نقیضین ہیں، یعنی جب ایک کا وجود ہوگا تو لامحالہ دوسرے کو عدم ماننا پڑے گا۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک مقام پر سنت پر عمل بھی ہو رہا ہو اور بالکل اسی مقام پر بدعت بھی جاری ہو۔

سطورِ بالا کے تحریر کرنے کا ایک مقصد یہ ہے کہ سُنّت و بدعت میں فرق واضح ہو جائے اور پڑھنے والا یہ جان لے کہ جو امر قرآنِ حکیم میں موجود ہے، جس طریقہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک سیرت و نہاد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا، وہ سب کچھ سُنّت میں شامل ہے۔ یہ تو ایک نہایت ہی محتاط بیان ہے جبکہ علمائے اہلِ حدیث، تابعین اور تبع تابعین کے عمل کو بھی سُنّت میں شمار کرتے ہیں، جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "والصحیح ان قرنہ صلی اللہ علیہ وسلم والصحابہ والثانی التابعون والثالث تابعوھم۔" ترجمہ: اور صحیح یہ ہے کہ سُنّت وہ ہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے زمانہ میں عمل ہوا اور دوسرا تابعین اور تیسرا تبع تابعین کے زمانہ میں عمل ہوا۔ (شرح مسلم جلد 2 صفحہ 309) اور اس پر اہلِ سنت و جماعت کا اتفاق ہے۔

دوسرا مقصد یہ تھا کہ ایک اُصول متعین ہو جائے، وہ اصول یہ کہ ہمارے لئے جب بھی کوئی معاملہ وجہِ نزاع بنے تو ہم قرآنِ حکیم کے مطابق اس کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹا دیں۔" فان تنازعتم فی شیءٍ فردّوہُ اِلی اللہ والرسول۔" ترجمہ: پھر اگر تمھارے درمیان کوئی معاملہ نزاعی ہو جائے تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ جاؤ۔

تاریخ اِس بات کی گواہ ہے کہ جن لوگوں نے بھی اس اصول کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا، وہ

ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گم گشتۂ راہ ہو گئے اور وہ اس طرح خواہشاتِ نفس میں بھٹک گئے، جس طرح کوئی مسافر لق و دق صحرا میں راستہ گم کر بیٹھے۔ لہٰذا یہ قرآنی دعوت ہے موجودہ دَور کے اس خانماں برباد انسان کو کہ وہ اگر صراطِ مستقیم کا متلاشی ہو تو وہ قرآن و سنت کو اپنا معیار ٹھہرا لے، یوں وہ کامیاب و کامران ٹھہرے گا، ورنہ بربادی اس کا مقدر ہوگا۔

اگر ایک انسان میری اِس پُر درد آواز پر کان دھرے اور قلب و ذہن کی تختی کو گروہی اور فرقہ وارانہ تعصب سے صاف کر لے تو پیش آمدہ مضمون کو سمجھنا آسان ہوگا، ورنہ وہی بات کہ کانما یصعد فی السماء۔ (جیسے آسمان پر چڑھ رہا ہو)

بیعت

باعَ۔ یبیعُ سے ہے، جس کے معنی خرید و فروخت کے ہیں اور بایَعَۃ، مُبایَعَۃً کسی سے خرید و فروخت کا معاملہ کرنا، باہم معاہدہ کرنا۔ عرب کہتے ہیں: "بایعوہ بالخلافۃ و بُویع لہ بالخلافۃ۔" ترجمہ: لوگوں نے خلافت پر بیعت کی، لوگوں نے اس کی خلافت کو مان لیا۔

اِمام راغب، صاحبِ مفردات القرآن "البیع" کے معنی بیچنے کے کرتے ہیں اور بایع السلطان یعنی سلطان کی بیعت کرنا، اس قلیل مال کے عوض جو بادشاہ عطا کرتا ہے' اس کی اطاعت کا اقرار کرنا، اِس اقرار کو بیعۃٌ یا مبایعۃٌ کہتے ہیں۔

اِس سے پہلے یہ اُصول طے پا چکا ہے کہ جو فعل و قول حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہو، وہ بدعت ہرگز نہیں اور اس کو محکم اور قابل عمل قرار دیا جائے، جس طرح دوسرے اعمال جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں کئے گئے وہ بعد کے زمانوں کے لئے حجت ہیں اور ان کو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں کیا جا سکتا ورنہ قلعۂ اسلام کی ساری عمارت زمیں بوس ہو جائے گی اور کوئی بھی فعل قابلِ عمل قرار نہ پا سکے گا، جیسے قرآنِ پاک میں ارشادِ

خداوندی ہے؛ ”وَمِنَ اللیل فتھجد بہٖ نافلۃ لك“ (سورۂ اسریٰ ،17/79) ترجمہ؛اور رات کا کچھ حصہ تہجد آپ کے لئے زائد ہے۔ قرآنی حکم میں ضمیر واحد مخاطب ” نافلۃ لك“ میں اس بات کی تصریح ہے کہ تہجد صرف حضور ﷺ کے لئے مخصوص نماز ہے لیکن آج تک اہلِ ذوق برابر اِس نماز کو ادا کرتے ہیں اور فوائد کثیرہ سے متمتع ہوتے ہیں۔

اِسی طرح قرآنِ مجید میں واقعۂ حدیبیہ کو بیان کرتے ہوئے ربِّ کائنات سورۂ فتح میں ارشاد فرماتا ہے؛

”اِنَّ الَّذین یُبایعُونك انما یُبایعُون اللّٰہ یَدُ اللّٰہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہٖ۔“ (سورۂ فتح،آیت 10) ترجمہ؛ جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں، وہ حقیقت میں اللہ سے بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اُوپر ہے، پھر جو شخص (بیعت کرکے) توڑے گا، تو وبال اُسی پر پڑے گا۔

اِس آیت میں حضور سرورِ کونین ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عملِ بیعت کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ صحابہ کرام آپ سے بیعت کر رہے تھے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے تھے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا تائیدی ہاتھ ان کے ہاتھوں پر تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرزِ عمل کو بیان کرکے اُمتِ مسلمہ پر یہ واضح کر دیا کہ میرے محبوب کا یہ عمل مقبولِ بارگاہ ہے اور اس کی کیفیت کو بھی بیان کیا کہ بیعت ہاتھوں پر ہاتھ رکھ کر کی گئی۔

اِس آیت پر اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس کی ضمیر (ك) صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے مخصوص ہے، تو اُس کو اوپر بیان کی گئی ” آیتِ تہجد“ پر بھی غور کرنا ہوگا، اس میں بھی ضمیر (ك) حضور سرورِ کونین ﷺ سے ہی مخصوص ہے لیکن آج مسلمانوں کی ایک قابلِ ذکر تعداد اس تہجد کی آیت پر عمل پیرا ہے اور اس کی ادائیگی کے لئے اکثر مقامات پر اذانیں بھی دی جاتی

ہیں۔غور کا مقام ہے کہ ایک عمل اگر صرف حضور ﷺ کے لئے خاص ہو اور اس پر صحابہ کرام کا تعامل بھی ثابت ہو تو اس کو توجحت اور قابلِ عمل قرار دیا جائے اور بالکل اس سے مشابہ عمل جس پر حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل پیرا ہونے کی قرآن گواہی دے رہا ہے، بدعت قرار پائے۔عقل وخرد نوحہ کناں ہوں تو باعثِ تعجب نہ ہونا چاہیے۔

اب رجوع کرتے ہیں، احادیث کی جانب کہ وہ کس طرح اس عمل کی تائید کرتی ہیں؛

صحیح بخاری میں ہے کہ دریافت کیا گیا: تم لوگ کس بات پر بیعت کرتے تھے؟ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا؛ موت پر!۔ (صحیح بخاری، حدیث 7206)

ابنِ جریر اور ابنِ ابی حاتم نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا کہ سب لوگوں سے پہلے مَیں نے رسولِ اکرم ﷺ کی بیعت کی۔ پھر دوسرے نے پھر تیسرے شخص نے یہاں تک کہ جب آدھے آدمی بیعت کر چکے تو حضور ﷺ نے فرمایا، سلمہ! بیعت کرو۔ مَیں نے کہا؛ یارسول اللہ ﷺ! مَیں تو بیعت کر چکا، فرمایا؛ اور بھی۔مَیں نے دوبارہ بیعت کر لی۔(صحیح بخاری، حدیث 2960)

یہ احادیث اِس بات کی صراحت کرتی ہیں کہ بیعت حضور ﷺ اور صحابہ کرام کا معمول رہا۔اِس آیت کے ضمن میں مزید تفصیلات پر بحث ہو سکتی ہے لیکن موجبِ طوالت ہونے کی بنائ پر اسی پر اِکتفا کیا جاتا ہے، تاہم آخر میں عمومی فوائد کے پیشِ نظر اس کی تفصیلات بیان کر دی جائیں گی۔

اسی سورہ میں ربّ العالمین کا ارشادِ مبارک ہے؛ "لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ....." ترجمہ؛تحقیق اللہ راضی ہوا مؤمنوں سے، جب یہ لوگ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔(سورۂ فتح، آیت 18)

اس آیتِ مبارکہ کا اگر بادی النظر سے بھی جائزہ لیا جائے تو معانیٔ کثیرہ اخذ کئے جا

سکتے ہیں، جن میں سے ایک جو سب سے زیادہ واضح ہے یہ کہ اللہ تعالیٰ ان مؤمنین سے راضی ہو گیا، جنہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی۔ یعنی یہ وہ عمل ہے جس کے کرنے سے اللہ راضی ہوتا ہے اور جو لوگ اِس مستحسن فعل پر عمل پیرا ہوئے، اُنھوں نے اپنے ربّ کو راضی کر لیا اور جس کو اِس دُنیا میں اللہ جل شانہٗ کی رضا مل جائے گویا اُسے ساری کائنات کے خزانے مل گئے۔ وہ اِس دُنیا میں بھی کامیاب و کامران ہوا اور آخرت کی کامیابیاں اللہ نے رکھی ہی اُسی کے لئے ہیں۔

اگر کسی کے دِل میں یہ خیال آئے کہ یہ آیاتِ بینات تو صرف جہاد اور کفار سے جنگ کے لئے نازل کی گئی تھیں، یہ موجودہ دَور کی بیعت جو کہ مشائخ عظام کے ہاتھ پر کی جاتی ہے، سے کیسے مطابقت کریں گی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے: "کُتب علیکم القتال...." ترجمہ: تم پر قتال یعنی جہاد فرض کر دیا گیا ہے اور موجودہ دَور میں کشمیر اور دوسری جگہوں پر لڑی جانے والی جنگوں کو جہاد قرار دیا جا رہا ہے حالانکہ نبوت کے تیئس 23 سالہ دَور اور خلفائے راشدین کے کم و بیش تیس 30 سالہ دَورِ خلافت میں، بلکہ اس کے بعد تک کوئی ایک بھی مثال پیش نہیں کی جا سکتی کہ اِسلامی حکومت و خلافت کی موجودگی میں امیر المؤمنین کے اعلان کے بغیر مسلمانوں نے انفرادی گروپوں کی صورت میں جہادی تنظیمیں قائم کی ہوں اور اس طرح کی کسی چھاپہ مار جنگ میں حصہ لیا ہو۔ جب بھی جہاد کا اعلان ہوتا تھا یا جہادی کارروائی کی جاتی تھی، امیر المؤمنین کے حکم سے کی جاتی تھی۔ کیا وجہ ہے کہ آج پاکستان میں مسلمانوں کی حکومت ہے، اسلامی فوج کے پاس اسلحہ تک موجود ہے اور لشکرِ طیبہ، حرکت المجاہدین وغیرہ جیسی تنظیمیں انفرادی طور پر جہاد میں مصروفِ عمل ہیں، حالانکہ اِسلامی حکومت کی طرف سے کوئی اعلانِ جہاد نہیں کیا گیا ہے۔ اِس سے یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ ہم خدانخواستہ جہاد کے خلاف ہیں بلکہ طریقۂ جہاد کے جواز پر مثال عرض کرنا مقصد ہے کہ یہ کتنی

بڑی نا اِنصافی ہے کہ وہ عمل (یعنی بیعت) جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام نے کیا ہو وہ تو بدعت قرار پائے حالانکہ قرآنِ مجید میں اس کی گواہی محکم آیات کی صورت میں موجود ہو اور دوسری طرف وہ عمل جس کی مثال نہ پیش کی جا سکے، اس کو عین اِسلام قرار دیا جائے۔

اِس کے ساتھ ساتھ یہ انکار بھی ممکن نہیں کہ موجودہ دَور میں اکثر و بیشتر پیرانِ عظام محض عوام الناس کو بے وقوف بنا کر اور اُن کی لاعلمی کا فائدہ اُٹھا کر مجہولانہ خرافات میں مبتلا ہیں، حتیٰ کہ نشہ باز، حرام خور اور بدمعاش لوگ بھی اپنے آپ کو اِس مقدس گروہ میں شمار کرتے ہیں اور لوگوں سے بیعت لیتے ہیں، اگرچہ وہ شرائطِ بیعت سے نابلد ہوتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اگر کُتا مسجد میں آجائے تو بجائے مسجد کو دھونے کے اُس کو گرا ہی دیا جائے۔ بعینہٖ یہ رُجحان بھی قرینِ قیاس نہیں کہ اگر برخود غلط اور ناہنجار قسم کے لوگ لبادۂ خضر زیب تن کر کے اس پاک باز گروہ میں گھس آئیں تو ان چند "الدنیا جیفة وطالبها کلاب" (ترجمہ: دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے ہیں) کے مصداق لوگوں کی وجہ سے سب کا انکار کر دیا جائے۔

آمدم برسرِ مطلب ، اگر اب بھی کسی قلبِ غیر مطمئنہ میں یہ شک اُس کو آرام نہ کرنے دے کہ یہ بیعت تو صرف جہاد کے لئے ہے تو آیئے! پھر قرآن کی طرف رُجوع کرتے ہیں اور بارگاہِ ربّ العزت میں عرض گزار ہوتے ہیں کہ مولا بیعتِ جہاد کے علاوہ بھی کوئی بیعت ہے؟ تو خالقِ دو جہاں، جس نے آج تک اپنے دربار میں سوال کنندوں کو بے نیل و مرام نہیں لوٹایا اور جس نے اولادِ آدم کی رہنمائی کے سارے سامان پیدا فرما دیئے، نے ارشاد فرمایا؛

"یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْـًٔا وَّ لَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یقتلن اولادهن وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بین ایدیهنّ وارجُلهن ولایعصینك فی معروفٍ فبایعهن واستغفرلهن اللّٰهؕ انّ اللّٰه غفورٌ

رَّحِیم O" (سورۂ ممتحنہ، آیت 12) ترجمہ؛ اے نبی (ﷺ) ! اگر مسلمان عورتیں آپ کے پاس آئیں اور آپ سے اِن باتوں پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ باندھیں گی کوئی بہتان، جسے گھڑ لیں وہ خود اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے آگے اور نہ شرعی باتوں میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو آپ ان سے بیعت لے لیا کریں اور ان کے لئے مغفرت کی دُعا اللہ سے کیا کریں، بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔

یہ آیت طریقۂ بیعت اور شرائطِ بیعت پر مکمل روشنی ڈالتی ہے۔ یہ بھی وضاحت ہے کہ بیعت مؤمن عورتوں سے کن شرائط کے ساتھ لینے کا حکم ہے۔ یہاں کسی کے ذہن میں یہ فتنہ انگیزی نہیں پیدا ہونی چاہیے کہ حضور ﷺ صرف قبولِ اسلام کے وقت ہی بیعت لیتے تھے کیونکہ اِس آیت میں صراحتاً مؤمنین سے بیعت لینے کی بات ہو رہی ہے اور دوسرا اہم نکتہ جو متفرع ہو رہا ہے، وہ یہ کہ نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبی! جب مؤمن عورتیں آپ کے پاس بیعت کی غرض سے آئیں یعنی یہ فعل ان عورتوں کی مرضی پر منحصر ہے کہ جب وہ چاہیں، آپ سے بیعت کے لئے حاضر ہوں، یعنی ان کی مرضی ہے تو وہ بیعت کریں۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی کوئی اپنی مرضی سے شیخِ کامل (جس کا ملنا اگرچہ دُشوار ہے اور اس کی پہچان کا ذکر آخر میں کیا جائے گا) کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہے تو بیعت کرے ورنہ زبردستی ہرگز نہیں، یہ تو اپنی اصلاح کا معاملہ ہے، اصلاحی باتیں انسان کی پاکیزگیٔ نفس کے لئے ضروری ہیں اور اقدارِ اسلامی کے قیام کا ذریعہ ہیں۔

مزید براں لازِم ہے کہ ہر مسلمان اِس معاشرے کے اندر اخلاقی روایات کو راسخ کرے اور آیت میں مذکور برائیوں سے بچنے کا عہد کرے اور یہ عہد اُسی صورت میں ممکن ہے جب کوئی ایسا صالح شخص مل جائے جو حضور ﷺ کی کامِل اتباع کرتا ہو اور حضور سرورِ

کونین ﷺ کے مقاصدِ بعثت میں سے ایک مقصد ویزکیھم کے زُمرے میں آتا ہو، یعنی اللہ کے فضل اور کرم سے سنتِ رسول ﷺ پر عمل کرتے ہوئے اس نے تزکیۂ نفس کی منزل پا لی ہو، یہ منزل حضور ﷺ کی تبعیت کے صلے میں بطور وراثتِ نبوی ﷺ ملتی ہے۔

اور بیعت کے لئے ضروری ہے کہ شیخِ کامل اپنے مرید کو شرکِ خفی اور شرکِ جلی سے آگاہ کرے اور اس سے بچنے کی تنبیہ کرے۔ اپنے مرید کو صدقِ دل سے چوری، زنا، بہتان، قتلِ اولاد اور حضور ﷺ کی نافرمانی سے بچنے کی تاکید کرے اور عہد لے کہ وہ آئندہ ان معصیتوں سے مکمل اجتناب کرے گا اور یہ بھی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اِس بیعت پر استقامت کے لئے دُعا کرتا رہے گا یہ سب کچھ اخلاص کی بنیاد پر قائم خانقاہی نظام سے ہی ممکن ہے۔

قارئین کرام! اتنے مضبوط اور مبسوط دلائل کی موجودگی میں اس عمل (بیعت، تصوف اور خانقاہی نظام) کو باطل قرار دینا تو سراسر ناانصافی ہے بلکہ حد سے گزری ہوئی بات ہے۔ مَن یَّھدِہِ اللّٰہ فلا مُضِلَّ لہٗ وَمَن یُّضْلِلہٗ فَلا ھادِی لہٗ۔ (جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے پس اُسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کر دے، اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔)

موجودہ دَور میں ضرورتِ بیعت

آج کل نفسانفسی کے اِس بھیانک دَور میں خانقاہی نظام کی تجدید اور ترویج کی اشد ضرورت ہے کیونکہ سائنسی ترقی کے ساتھ ساتھ مادیت پرستی تمام حدود کو پار کر گئی ہے بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ تمام اسلامی اخلاقی حدود کو پائمال کر دیا گیا ہے۔ دورِ جدید کے انسان کے لئے خانقاہی نظام کے بارے میں سوچنا بھی رُجعت پسندی کا الزام اپنے سر لینے کے مترادِف ہے لیکن اس کے پاس اِس اخلاقی پستی سے نکلنے کے لئے کوئی دوسرا راستہ اور طریقہ بھی نہیں ہے۔

موجودہ دَور کی معاشرتی برائیوں میں مبتلاء انسان کے اندر احساسِ جرم اس کو آہستہ

آہستہ اِس معاشرے کا مجرم بنا دیتا ہے۔ ہاں ! اگر اس کو یہ احساس کو یہ دِلا دیا جائے کہ وہ جس کا مجرم ہے، وہ ذات بڑی بخشنے والی اور اپنی طرف رجوع کرنے والوں کو اس کی سوچ سے بھی بڑھ کر معاف کرنے والی ہے تو عین ممکن ہے وہ اِس معاشرے کا ایک مفید فرد بن جائے۔ خانقاہی نظام کا یہ نقطۂ کمال ہے کہ اس نظام کے ساتھ منسلک ہونے والے شخص کے اندر تزکیۂ نفس کا جذبہ اِتنا شدت اختیار کر جاتا ہے کہ بالآخر وہ منزلِ مراد پا لیتا ہے بلکہ اس کو قربِ الٰہی کی دولت حاصل ہو جاتی ہے۔ لیکن کیا کیا جائے کہ ایک تو آج کل وہ لوگ میسّر نہیں ہیں جن کا قرب اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہو، دوسری طرف انسان اوّل تو سچے لوگوں کی تلاش کرتا ہی نہیں اور اگر کرتا بھی ہے تو جب اُسے لباسِ خضر میں شیطان نظر آتے ہیں تو وہ مزید کوشش کرنے کی بجائے انکار کر دیتا ہے۔

مرشد کی پہچان

ہر دَور میں اصل کی نقل کی جاتی رہی ہے۔ موجودہ دَور میں اصل صوفیائے کرام کی نقالی کرتے ہوئے بہت سے ہوس پرستوں نے پیری کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے اور لوگوں کو اپنے دامِ فریب میں جکڑ کر اپنی دُنیاوی لذّات کے سامان بنا رہے ہیں۔ یہاں چند ضروری باتیں لکھی جا رہی ہیں، جن کو پیشِ نظر رکھ کر دھوکا باز پیروں سے بچا جا سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں تک رسائی ممکن ہو سکتی ہے۔

اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہو اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اس کو رہبر و رہنما (جس کو عرفِ عام میں پیر یا مرشِد کہتے ہیں) کی ضرورت ہو تو اس کو چاہیے کہ مرشد کی تلاش کرے اور اس تلاش میں اس کی ملاقات جس بزرگ سے ہو، اس کی محفل میں بیٹھے اور مندرجہ ذیل معاملات (یعنی عقائد، عمل، علم اور یادِ الٰہی) کا بغور جائزہ لے۔

یاد رہے کہ مرشد کا انتخاب کرتے وقت حد درجہ احتیاط برتے، ورنہ بعض اوقات انسان ظاہری جُبہ و دستار دیکھ کر پھنس جاتا ہے، بعد میں اس کا نتیجہ اچھا نہیں نکلتا۔

1۔ عقائد

i ـــــ سب سے پہلے اس کی گفتگو سے اندازہ لگائے کہ اس کے عقائد اہلِ سنت و جماعت کے بزرگوں کے عقائد سے مختلف تو نہیں، وہ عقیدۂ توحید میں غُلو تو نہیں کرتا اور یہ تو

نہیں کہتا کہ جو پیر ہوتا ہے، وُہی خدا ہوتا ہے، اس طرح کی دُہرے معنوں والی گفتگو عام طور پر سادہ لوح لوگوں کو اپنے دائرے میں لانے کے لئے کی جاتی ہے۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ خالص توحید پر ایمان رکھتا ہے یعنی جسم میں حلول نہیں مانتا اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک نہیں کرتا تو پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اُس کے عقائد کا جائزہ لینا چاہیے، یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خشک انداز میں کرتا ہے کہ والہانہ اندازِ محبت و عشق اختیار کرتا ہے؟ اس کے لب ولہجہ سے سیّدِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی وارفتگی جھلکتی ہے یا نہیں؟

ii۔۔۔۔ پھر اس کے بعد جائزہ لیں کہ صحابہ کرام اور اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق اُس کے عقائد کیسے ہیں؟ بالخصوص حضراتِ خلفائے ثلاثہ یعنی حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق، حضرت سیّدنا عمرِ فاروق اور حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق اس کے عقائد اہلسنت و جماعت کے بزرگوں کے عقائد کے مطابق ہیں یا نہیں؟ کیا ان بزرگوں کا ذکر کرتے وقت وہ ناگواری کا اظہار تو نہیں کرتا اور ان میں فضیلت کے درجات کو ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق مانتا ہے؟ یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، پھر حضرت سیّدنا عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ، پھر حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ، پھر سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ۔ کئی لوگ جو اس کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں، وہ ایک مکر اختیار کرتے ہیں اور اس بات میں اپنے عقیدہ کو چھپاتے ہیں، کہ تمام صحابہ کرام ایک جیسے مرتبہ کے مالک ہیں، لہٰذا اُن میں کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دینی چاہیے۔ حالانکہ یہ بات علمائے حق اہلسنت و جماعت کے مسلّمہ عقائد کے مطابق نہیں۔ علمائے اہلسنت اور اولیائے کاملین کا ہمیشہ سے وہی عقیدہ رہا ہے، جو اوپر بیان ہوا ہے۔

iii۔۔۔ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ جب اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تذکرہ آئے تو اس کا رویّہ کیسا ہے؟ کیا وہ اہلِ بیت کا ذکر ادب واحترام کے ساتھ کرتا ہے یا نہیں؟ اور اِس معاملہ میں حضور سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری کا خیال کرتا ہے یا نہیں؟ جب یہ معلوم ہو جائے کہ ان بزرگ کے عقائد دُرست ہیں تو پھر ان کے اعمال پر نگاہ رکھیں۔

2۔عمل

اِن بزرگوں کے عمل کا جائزہ لیتے وقت یہ پیشِ نظر رہے کہ ان کا اُٹھنا بیٹھنا، عبادت و ریاضت اور زندگی کے دیگر معمولات و معاملات، شریعت اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کے مطابق ہیں یا نہیں؟ بعض نام نہاد پیر اپنے آپ کو شریعت کے اُمور بجالانے سے ماورأ قرار دیتے ہیں اور لوگوں کو کہتے ہیں کہ ان کو نماز، روزہ اور دیگر احکامات پر عمل کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ وہ تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو چکے ہیں، یہ سراسر گمراہی اور بے دینی ہے۔ ایسے لوگوں کا طریقت سے دُور دُور کا بھی واسطہ نہیں، یہ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ لہٰذا ایسے مرشِد کی تلاش کرنی چاہیے، جو خود بھی شریعت پر عمل پیرا ہو، دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتا ہو اور اس کا کوئی ایک قدم بھی شریعت سے باہر نہ اُٹھتا ہو۔

3۔علم

مرشد کی تیسری پہچان اس کا صاحبِ علم ہونا ہے۔ اگر وہ تمام علوم سے بہرہ ور نہ بھی ہو لیکن کم از کم یہ ضرور ہو کہ وہ احکاماتِ شریعت کا جاننے والا ہو۔ احکامات کو قرآن وحدیث سے معلوم کرسکتا ہو اور شریعت کے حکموں کو ماخذ سے اخذ کر لینے کی صلاحیت واہلیت رکھتا ہو۔ ضروریاتِ دین کا مکمل علم رکھتا ہو، فرائض وسُنّت سے واقف ہو اور حلال وحرام کی تمیز رکھتا ہو۔ اُس کے صاحبِ علم ہونے کی پہچان یہ ہے کہ وہ گفتگو کے دوران قرآن و

حدیث کے حوالہ سے بات کرتا ہو اور قرآن وحدیث کی حکمتوں کو بیان کرتا ہو۔اس کی گفتگو علوم ومعارِف سے مزین ہو،اس کے پاس بیٹھنے سے دل سے شکوک وشبہات دُور ہوں اور دل میں صفائی پیدا ہو۔

4۔یادِالٰہی

سچے مرشد کی چوتھی علامت یہ ہے کہ اس کی صحبت میں بیٹھنے سے دل یادِالٰہی سے معمور ہو جائے اور دُنیا کی محبت سرد ہو جائے۔اس بزرگ سے ایک دو ملاقاتوں میں دل نماز، روزہ کی طرف مائل ہو۔حضور نبی کریم ﷺ کی محبت دل میں پیدا ہونے لگے اور دل میں ذکر کی کیفیت پیدا ہونے لگے تو یہ اس مرشِد سے فیض آنے کی ابتدائی علامات میں سے ہے، اس کی صحبت سے تصوف کے علم میں اضافہ ہو اور اس راستے پر چلنے کا طریقہ معلوم ہو اور دل راہِ طریقت پر چلنے کی طرف مائل ہو تو اس مرشد سے فیض حاصل ہو سکتا ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت مجدِّد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں؛

" علماءِ شریعت کے ظاہر کی دعوت دیتے ہیں اور اولیاءِ شریعت کے ظاہر کی دعوت بھی دیتے ہیں اور شریعت کے باطن کی بھی دعوت دیتے ہیں۔سب سے پہلے تو وہ مریدوں اور حق کے طالبوں کو توبہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی راہنمائی دیتے ہیں اور احکامِ شریعت کی تعمیل کی ترغیب دیتے ہیں۔دوسرے درجہ پر اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور تاکید کرتے ہیں کہ اپنے تمام اوقات کو ذکرِ الٰہی میں مستغرق رکھیں، اس حد تک یہ ذکر غالب آ جائے کہ مذکور (اللہ تعالیٰ) کے علاوہ کوئی چیز بھی دل میں نہ چھوڑے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز کو اس طرح بھول جائے کہ اگر تکلف سے بھی یاد کرنے کی کوشش کرے تو اس کو یاد نہ آئے۔" (مکتوب 92، دفتر دوم)

سچّے اور بناوٹی پیر میں فرق

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں؛'' وہ علامت جس سے حق والے باطل والوں سے جدا ہوتے ہیں، یہ ہے کہ اگر کوئی شخص شریعت پر استقامت رکھتا ہو اور اس کی مجلس میں دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف رُجحان اور توجہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری چیزوں سے دل سرد ہو جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ آدمی حق والا ہے اور علی الاختلاف الدرجات اولیاءُ اللہ میں سے ہے۔'' (مکتوب 92، دفتر دوم)

اِن مکتوبات کی روشنی میں تھوڑے سے غور و فکر کے بعد سچا طالبِ طریقت، سچے مرشد تک پہنچ سکتا ہے، جو اس کو اللہ تعالیٰ سے واصل کرنے میں ممد و معاون ہو سکتا ہے۔

آدابِ مریدین

طالب کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو شریعتِ مطہرہ کے سانچے میں ڈھالے، نمازِ پنجگانہ کی پابندی کرے۔ اکثر لوگ کسی پیر کی بیعت ہو جاتے ہیں لیکن نماز کی پابندی نہیں کرتے، حیلوں بہانوں سے بیماریوں کی آڑ لے کر روزہ نہیں رکھتے، حلال رزق کی طرف توجہ نہیں دیتے اور جھوٹ بولنے سے بھی نہیں رُکتے، حق داروں کے حق ادا نہیں کرتے۔ انسانیت سے ہمدردی و غمخواری اور اللہ تعالیٰ کے بندوں سے محبت اور پیار نہیں کرتے، جو تصوف و طریقت کا بنیادی وصف ہیں بلکہ مرید ہونے کے باوجود سخت دلی اور تنگیٔ قلب و نظر کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ مرید بننے کے بعد، وہ زبان جو ہر وقت اللہ جل شانہٗ کے ذکر سے تر رہنی چاہیے، اُس زبان سے گالیوں اور دُرشت الفاظ کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ مختصر یہ کہ مرید بننے کے بعد پہلے والی زندگی میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہو اور وہی معمولاتِ زندگی جاری رہیں تو پھر اس طرح طریقت میں داخل ہونے کا کوئی فائدہ نہیں۔

راہِ سلوک کے طالب کو اِس راہ پر چلنے کے لئے چند معاملات کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے تاکہ وہ سلسلۂ طریقت کے بزرگوں کی توجہات سے مکمل طور پر مستفید ہو سکے۔ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے مریدوں کے چند آداب لکھے ہیں، جن کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں؛

"اگر عنایتِ خداوندی جل شانہٗ سے کسی طالب کو کامل اور کامل کرنے والے پیر تک پہنچا دیں تو چاہیے کہ اس کے وجود شریف کو غنیمت جانے اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اس کے سپرد کر دے اور اپنی نیک بختی کو اس کی رضا کے کاموں میں جانے اور اپنی بدبختی کو اس کی ناراضگی میں خیال کرے، مختصر یہ کہ اپنی ہر خواہش کو اس کی رضا کے تابع کر دے۔"

آپ فرماتے ہیں؛''اے عزیز! تو جان لے، کہ طالب کو چاہیے کہ اپنے دل کے چہرے کوتمام اطراف سے موڑ کر اپنے پیر کی طرف متوجہ کرے اور پیر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نوافل اور اذکار میں مشغول نہ ہو اور اس کے غیر کی طرف اِلتفات نہ کرے۔''

امامِ ربانی، حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی اس تلقین سے ثابت ہوتا ہے کہ طالب کو اُسی صورت میں فائدہ مل سکتا ہے، جب اس کی مکمل توجہ اپنے پیر کی طرف ہو۔اس کے تلقین کردہ ذکر کے علاوہ کوئی دوسری نفلی عبادت یا وِرد، وظائف نہ کرے جب تک پیر اس کی اجازت نہ دے کیونکہ پیرِ کامل جو بھی تلقین کرتا ہے وہ مرید یا طالب کی روحانی استعداد کے مطابق کرتا ہے اگر طالب اپنی استعداد سے تجاوز کرے گا تو اس کو فائدہ کی بجائے نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں؛

''اور پیر کی حرکات وسکنات میں اعتراض کو قطعاً گنجائش نہ دے، چاہے رائی کے برابر ہو کیونکہ اعتراض کا نتیجہ محرومی کے سوا کچھ نہیں اور تمام مخلوق میں سب سے زیادہ بے سعادت ہے وہ شخص، جو اِس گروہِ اولیاء میں عیب نکالے۔''

پھر فرماتے ہیں؛''اپنے پیر سے خوارق وکرامات کا مطالبہ نہ کرے، اگرچہ یہ طلب دل میں وسوسے اور خطرے کی شکل میں ہو۔تم نے کبھی سنا ہے کہ کسی مؤمن نے اپنے نبی سے معجزہ طلب کیا ہو، معجزہ طلب کرنے والے کفار اور منکر لوگ ہیں۔''

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں؛ مرشد خدا تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں، ان کے آداب کی رِعایت تو بہت کامل طور پر کرنا ہوگی (اس کے لئے چاہیے کہ)؛

--- جہاں تک ممکن ہو ایسی جگہ نہ کھڑا ہو کہ اس کا سایہ پیر کے کپڑوں پر یا پیر کے سائے پر پڑتا ہو۔

--- پیر کی جائے نماز پر پاؤں نہ رکھے۔

--- اُس کے وضوخانہ میں وضو نہ کرے۔

--- اس کے سامنے نہ پانی پئے، نہ کھانا کھائے اور نہ کسی دوسرے سے بات کرے بلکہ کسی طرف بھی متوجہ نہ ہو(اس کا مطلب ہے کہ کھانے پینے کے دوران توجہ اپنے پیر سے ہٹتی ہے اگر کھانے پینے کے دوران اپنی توجہ پیر کی طرف رکھے یا اس سے بات چیت میں مشغول ہو اور ساتھ ساتھ کھائے پئے تو پھر کوئی حرج نہیں)۔

--- پیر کے سامنے یا اُس کی عدم موجودگی میں اپنے پاؤں پیر کی طرف نہ پھیلائے (یعنی کوشش کرے کہ جس طرف پیر موجود ہو، اس طرف پاؤں نہ کرے)۔

--- اپنے پیر کے رُخ تھوکنے سے بھی پرہیز کرے۔

(مکتوب 292 دفتر اوّل)

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے مذکورہ مکتوب سے مختصراً آدابِ طریقت لکھے گئے ہیں، مزید تفصیلات جاننے کے لئے اِس مکتوب کا تفصیلی اور مکمل مطالعہ فرمائیں۔

اِس تمام گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ طریقت سراسر ادب ومحبت ہے، اگر آدابِ طریقت کو ملحوظِ خاطر نہ رکھا جائے تو سوائے حسرت وناکامی کے کچھ نہیں ملتا۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ پیر کے ساتھ تعلق ومحبت دُنیاوی فائدوں کے لئے ہرگز نہیں ہونا چاہیے بلکہ پیر کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ سمجھ کر اللہ تعالیٰ کے ذکر کو حاصل کرنا، اصلی مقصد ہونا چاہیے، جو لوگ صرف اپنی دُنیاوی حاجات کو حاصل کرنے اور تعویذات لکھوانے کے لئے پیر سے بیعت کرتے ہیں، وہ بہت بڑے گھاٹے کا سودا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے!

طریقتِ نقشبندیہ مجدّدیہ

قربِ الٰہی کی منازل طے کرنے کے لئے چاروں سلاسلِ طریقت اسلاف صالحین سے مذکور ہیں، سلسلۂ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور سلسلۂ نقشبندیہ، یہاں ہم صرف سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے سلوک کو بیان کریں گے۔

طریقتِ نقشبندیہ مجددیہ نوریہ حضرت سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے۔ آپ نے یہ نسبت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کی۔ اہل سنت و جماعت کا اِس بات پر اجماع ہے کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ انبیاء علیہم السلام کے بعد، تمام اہلِ ایمان بشمول صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی شامل ہیں' سے افضل ہیں اور اسی فضیلت کی بنیاد پر آپ کی نسبت بھی تمام نسبتوں سے افضل ہے۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کاملِ اتباع حاصل تھی لہٰذا اِسی فیضِ نسبت کے طفیل طریقتِ نقشبندیہ میں حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اِتباع کو لازم سمجھا جاتا ہے اور بدعات سے مکمل اجتناب کیا جاتا ہے کیونکہ مسلمان جتنا جتنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل پیرا ہوگا، اُسی قدر اُس کے باطن میں انوارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوگا۔ ان انوارات کی بدولت اُس کی نسبتِ باطنی، قوت و رفعت میں ممتاز ہوگی۔

طریقتِ نقشبندیہ میں صحبتِ شیخ

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ نسبتِ نبوّت و وِلایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی محبت و صحبت سے حاصل کی ہے۔ لہٰذا سلسلۂ نقشبندیہ میں نسبت کے حصول کا دار و مدار محبتِ

رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ٹھہرا، چونکہ اِس زمانہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کی ظاہری صحبت میسر نہیں ہو سکتی لہٰذا اِس کمی کو پورا کرنے کے لئے صحبتِ شیخِ کامل کو لازِم قرار دیا گیا ہے۔

شیخِ کامل سے مراد وہ شیخ ہے جو ضروریاتِ دین کا علم رکھے اور دین کے احکامات کے مطابق زندگی گزارے اور وہ کسی کامل شخص کی صحبت سے فیض یافتہ بھی ہو۔ ظاہر ہے کہ کسی شیخِ کامل سے قلبی محبت ہی اس سے فیض کے حصول کا ذریعہ بنتی ہے لہٰذا اپنے پیر سے دلی محبت طریقت کی ضروریات میں سے ہے اور یہی محبت سالک کو محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لے جاتی ہے کیونکہ جب کوئی سالک اپنے شیخ کی محفل میں بیٹھے گا تو وہاں سے اس کو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احوال و سیرت کے متعلق سننے کو ملے گا، آپ کی سنتوں کی بات ہوگی، آپ کے اخلاق و شمائل کی بات ہوگی تو اس سالک کے دل میں حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبات پیدا ہوں گے اور یوں یہ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کا ذریعہ بن جائے گی۔

اعمالِ تصوُّف

(طریقتِ نقشبندیہ)

طریقتِ نقشبندیہ میں مقاماتِ رُوحانی کا ایک قدم دیگر سلاسلِ طریقت کے ہزار قدموں کے برابر ہے۔ دوسرے سلاسلِ طریقت کا انتہائی مقصد، وِلایت کے کمالات کا حصول ہوتا ہے جبکہ طریقتِ نقشبندیہ کا انتہائی مقصد نبوت کے کمالات و فیوضات کا حاصل کرنا ہے۔ نسبتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے طفیل کمالات وفیوضاتِ نبوت کے حصول کے دوران ہی کمالاتِ وِلایت حاصل ہوجاتے ہیں، ان کے لئے الگ محنت وریاضت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

طریقتِ نقشبندیہ کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ اِس طریقہ میں حصولِ فیض کے لئے جذبہ یعنی محبت کو اوّلیت حاصل ہے اور سلوک یعنی مجاہدہ و ریاضت، محبت کے بعد آتے ہیں جبکہ دیگر سلاسِل میں ریاضت ومجاہدات یعنی نوافل اور اوراد و وظائف پہلے کرائے جاتے ہیں اور جذبہ یعنی محبت کا حصول بعد میں ہوتا ہے۔

سات قدم

طریقتِ نقشبندیہ سات مرحلوں پر مشتمل ہے یعنی اس طریقت میں سالک سات مراحل طے کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے قرب اور معرفت سے مشرف ہوجاتا ہے۔ صوفیائے کاملین ان سات مراحل میں سے ہر مرحلہ کو ایک قدم سے بھی تعبیر کرتے ہیں یعنی یہ سات مرحلے، سات قدم ہیں۔

ان سات قدموں کو سمجھنے سے پہلے یہ جان لیں کہ انسان دو عالموں کا مجموعہ ہے، ایک یہ دُنیا جسے "عالمِ خلق" کہتے ہیں اور دوسرا عالمِ بالا جسے "عالمِ امر" کہتے ہیں۔ ان دونوں عالموں

میں سے چند انوارات کو لے کر انسان کی تخلیق کی گئی، ان انوارات کو لطائف کہتے ہیں۔ انسان میں دو لطائف عالمِ خلق کے ہیں اور پانچ عالمِ امر کے۔ ان ہی لطائف کو سات قدم قرار دیا گیا ہے۔ اس کو ایک نقشہ کے ذریعہ واضح کیا جاتا ہے۔
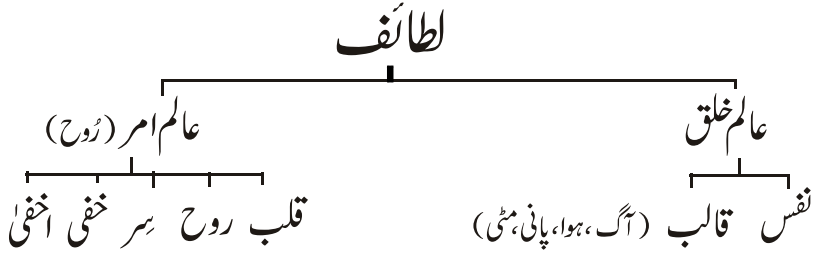
حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؛ ’’جس راستے کو ہم طے کرنے کے درپے ہیں، وہ سارا سات قدم ہے، جس طرح انسان کے سات لطائف ہیں۔ دو قدم تو عالمِ خلق میں ہیں جو قالب (انسانی جسم) اور نفس ہیں اور پانچ قدم عالمِ امر میں ہیں، جو قلب، روح، سِر، خفی اور اخفیٰ ہیں اور ان سات قدموں میں سے ہر قدم میں دس ہزار حجابات اٹھائے جاتے ہیں، یہ حجابات یعنی پردے نورانی ہوں یا ظلمانی یعنی سیاہ۔

حدیث شریف میں ہے؛ اِنَّ لِلّٰهِ سَبْعِيْنَ اَلْفَ حِجَابٌ مِّنْ نُوْرٍ وَّظُلْمَةٍ (بے شک اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ستّر ہزار نور اور ظلمت کے پردے ہیں)

اوّل قدم جو عالمِ امر میں سالک رکھتا ہے، اِس کی بدولت تجلیٔ افعال ظاہر ہوتی ہے، دوسرے قدم میں تجلیٔ صفات، تیسرے قدم میں تجلیاتِ ذاتیہ کا آغاز ہوتا ہے۔ پھر تجلیات کے فرق کے مطابق آگے ترقی کرتا چلا جاتا ہے جیسا کہ اہلِ معرفت سے پوشیدہ نہیں ہے اور ان سات قدموں میں سے ہر قدم پر بندہ اپنے آپ سے دُور اور حق سبحانہٗ کے نزدیک ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ان قدموں کے مکمل ہونے کے ساتھ قربِ الٰہی بھی مکمل ہو جاتا ہے۔‘‘ (مکتوب نمبر 1/58)

طریقتِ نقشبندیہ میں تربیت کے پہلے مرحلہ (یعنی قدم) کا آغاز ہی عالمِ امر یعنی لطیفۂ قلب کی جِلا سے ہوتا ہے۔ اس لطیفہ کی صفائی حاصل ہونے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال (جو اِس کائنات میں کارفرما ہیں) کے راز انسان پر کھلنے شروع ہو جاتے ہیں۔

اس سے اگلے مرحلے لطیفۂ رُوح کی صفائی پر اللہ تعالیٰ کی صفات کے راز کھلتے ہیں۔

لطیفۂ سِر کی صفائی پر اللہ تعالیٰ کی ذات کی تجلیات کا ظہور شروع ہوتا ہے۔

پھر اگلے مراحل یعنی لطیفۂ خفی اور لطیفۂ اخفیٰ کے طے کرنے پر اپنے اپنے مراتب کے فرق کے مطابق اللہ تعالیٰ کی ذاتی تجلیات کے ظہور میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ جبکہ ان سات قدموں کا آخری مرحلہ قربِ الٰہی کا حصول ہوتا ہے۔

یہ یاد رہے کہ لطیفۂ قالب اور لطیفۂ نفس کے مراحل، لطیفۂ قلب اور لطیفۂ رُوح کی سیر یعنی ان دو لطائف کے منور ہونے کے دَوران خود بخود طے ہو جاتے ہیں کیونکہ لطیفۂ قالب اور لطیفۂ نفس ریاضت و مجاہدہ کا تقاضا کرتے ہیں جبکہ طریقتِ نقشبندیہ کا آغاز جذبہ کے مقام سے ہے، ریاضت کا مرحلہ آخر میں آتا ہے، اسی لیے جذبہ یعنی محبت کے ذریعے ان دونوں لطائف کو طے کرالیا جاتا ہے۔ طریقتِ نقشبندیہ میں لطائف کے ان مراحل کو طے کرنے کو سیرِ لطائف بھی کہتے ہیں۔

طریقتِ نقشبندیہ کے آٹھ عملی اقدامات

سیرِ لطائف کے لئے حضراتِ نقشبندیہ نے چند طریقے وضع کیے ہیں، جن کو اصطلاحاتِ نقشبندیہ کہتے ہیں۔ اِن اصطلاحات سے آگاہ ہونا نسبتِ نقشبندیہ حاصل کرنے والے سالکین کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اِسی اہمیت کے پیشِ نظر ان کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ ، جو کہ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی قدس سرہٗ

کے اکابر خلفائ میں سے ہیں، نیز حضرت خواجۂ خواجگان سیّد بہاؤ الدین نقشبند بخاری قدس سرہٗ نے آپ سے اویسی طریقہ سے فیض حاصل کیا، آپ حضرت اِمام مالک رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں، نے طریقتِ نقشبندیہ کی بنیاد آٹھ کلمات یا آٹھ اُصولوں پر رکھی ہے۔ یہ کلمات دراصل طریقتِ نقشبندیہ کے اشغال اور اعمال ہیں، جن پر عمل پیرا ہو کر سالک اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ ان آٹھ[8] عملی اقدامات کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

1۔ ہوش در دم

اس کا مطلب ہے کہ انسان اپنی سانس کی آمد و رفت کا خیال رکھے یعنی زندگی میں ہوش وحواس میں رہے تا کہ کوئی سانس بھی یادِ خدا کے بغیر نہ گزرے اگر معلوم ہو کہ سالک سے کوئی گناہ یا غلطی ہوگئی ہے تو اس کی فوراً معافی مانگے۔ اس ہوش کی حالت میں انسان اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی معصیت اور نافرمانی سے بچ سکتا ہے۔

جو لوگ تصوّف کو نشہ اور افیون قرار دیتے ہیں، ان کے لیے یہ اصطلاح نہایت توجہ کی طالب ہے کہ جن لوگوں کو ہر وقت اِس حالت میں رہنے کی تعلیم دی جائے کہ وہ عبادت کرتے وقت اور انسانوں سے معاملات کرتے وقت اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھیں تو یہ لوگ نہ تو عبادت میں غفلت برت سکتے ہیں؛ نہ کسی کا حق مار سکتے ہیں اور نہ کسی کے لئے تکلیف کا باعث بن سکتے ہیں اور یہی تو اسلام کی طلب ہے کہ اس کے ماننے والے انسانیت کے لئے رحمت و محبت کا پیغام بن جائیں۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنی حالتوں کا محاسبہ کرو، اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے۔ ہر وقت اپنا احتساب کرنے میں لگے رہنے سے آہستہ آہستہ انسانی زندگی سے بُرائیوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور یہی اسلام کا مقصد ہے کہ انسان گناہ آلود زندگی سے نکل کر پاک وصاف زندگی اختیار کرے۔

2۔نظر بر قدم

اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان ہر وقت اپنے قدموں پر دھیان رکھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اُٹھ رہے ہیں یا ان کا رُخ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی معصیت کی طرف ہے۔نیکی کی طرف اُٹھنے والے قدم اللہ کی طرف ہیں اور گناہ کی طرف اُٹھنے والے قدم اللہ تعالیٰ سے دُور لے جانے والے ہیں، اِس لئے سالک توجہ کرے کہ اس کا قدم نیکی کی طرف اُٹھ رہا ہے تو اس کو آگے بڑھائے اور بُرائی کی طرف بڑھنے والے قدم کو روکے۔ جس سالک نے ابھی سلوک کی ابتدأ کی ہو، اُس کو چاہیے کہ اس کا کوئی بھی لمحہ اللہ تعالیٰ سے غفلت میں نہ گزرے، یعنی وہ ہوش کے ساتھ اپنی ہر سانس میں اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہے، یہ ہوش جتنا طویل ہوتا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضوری کا تصور اُتنا ہی پختہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ بالآخر خیال کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑے رکھنے کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمیشہ کی حضوری تک پہنچا دیتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ''ہوشیار وہ شخص ہے، جس نے اپنے نفس کو ڈرایا اور موت کے بعد کے واسطے عمل کیا۔''

اپنی نظر کو قدم پر رکھنے کا یہ مقصد بھی ہے کہ انسان چلتے وقت اپنے دھیان میں رہے تاکہ اس کی نظر غیر محرم پر پڑنے سے بچ جائے۔ چونکہ معصیت اور نافرمانی کا پہلا دروازہ بدنظری ہے جو کہ اللہ تعالیٰ سے توجہ ہٹانے کا سبب ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ نامحرم عورت پر نظر پڑنا ایک زہر آلودہ تیر ہے کہ بغیر ہلاکت کے چارہ نہیں ہے۔ سلوک میں اُن تمام اسباب کو روکا جاتا ہے، جو اللہ تعالیٰ سے توجہ ہٹانے کا باعث بنتے ہیں، چونکہ سالک کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔ اس کے حصول کے لئے ابتدأ میں بہت زیادہ جدوجہد کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس میں بہت احتیاط کی تلقین کی

جاتی ہے تاکہ سالک کی نظر مکان وغیرہ کے رنگ وروغن اوراس کی تعمیری خوبیوں کی طرف بھی نہ جائے کیونکہ اگر وہ اس میں مشغول ہوگیا تو یہ اس کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کرنے کا سبب بن سکتی ہے ۔

وقتِ رفتن بر قدم باید نظر
ہست سُنّت حضرتِ خیرالبشرؐ
اندریں حکمت بس است وبے شمار
دیدہ خواہد طالبِ حق آشکار
اتباعِ حضرت محمدؐ مصطفےٰؐ
میرساند نزدِ حق جل و علاؔ

(چلتے وقت نظر قدموں پر ہونی چاہیے، کیونکہ یہ حضرت محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔اس میں بے حدوحساب حکمتیں ہیں،جن کو طالبِ حق صاف دیکھے گا۔نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی اللہ تعالیٰ تک پہنچادیتی ہے)۔

3۔سفر در وطن

اس سے مراد،اپنے وطن یعنی صفات میں سفر کرنا یعنی اپنی بشری صفات میں سے گھٹیا اور رذیل صفات کو خارِج کر کے فرشتوں جیسی صفات پیدا کرنا۔جب انسان طلبِ مال وجاہ،خود پسندی،غرور،حسد،بغض،کینہ،تکبر اور دیگر بُری صفات کو چھوڑ کر اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق نبوی صفات سے اپنے آپ کو مُزیّن کر لیتا ہے تو اس کے اندر نورانیت پیدا ہو جاتی ہے،جس کی بدولت وہ انوارِ الٰہی کو اپنے اندر جذب کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔جن بُری صفات کو چھوڑنا ضروری ہے،اُن میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ سالک خود آگاہ ہو کر ان سے کنارہ کشی اختیار کرے،اِن بُری صفات کی موجودگی میں نورِ خدا کا پیدا ہونا ممکن ہی نہیں۔

i۔**طلبِ جاہ و مال**؛ دل سے مال و دولت اور جاہ پسندی کی حرص و ہوس کو نکال دیا جائے اور یقین رکھا جائے کہ رزق اللہ تعالیٰ کی عطائے ہے، اس میں میری کوشش ایک مزدور جیسی ہے اور جو مقام و مرتبہ مجھے ملا ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ملا ہے۔ اس کی مہربانی یہ ہے کہ اس نے میرے عیب چھپا رکھے ہیں، جس کی وجہ سے لوگ میری عزت کرتے ہیں، ورنہ مَیں دوسری صورت میں اس قابل نہ تھا۔

ii۔**عُجب وغرور**؛ اپنے آپ کو سب سے اچھا سمجھنے کا خیال اپنے دل سے دُور کرے اور اپنی پیدائش پر غور کرے اور جانے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک حقیر چیز سے پیدا کیا ہے۔ اگر وہ مجھ پر کرم نہ کرتا تو مَیں اس قابل نہ ہوتا۔

iii۔**حسد**؛ سالک کسی کے مال و مرتبہ کو دیکھ کر دل میں جلن محسوس نہ کرے اور اس سے یہ مال و دولت اور مقام چھن جانے کی آرزو نہ کرے۔

iv۔**بغض و کینہ**؛ سالک اپنے دل کو بغض سے پاک کرے، یعنی دل میں کسی سے نفرت نہ رکھے۔

v۔**تکبر**؛ تکبر تمام رُوحانی بیماریوں کی جڑ ہے، چونکہ طریقت اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت وقرب اسی صورت میں مل سکتے ہیں، جب دل کے اندر عاجزی وانکساری بھری ہو۔ تکبر کا مطلب ہے اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا سمجھنا جبکہ طریقت سالک کے اندر عاجزی کا تقاضا کرتی ہے۔ سالک کے لئے تکبر سخت نقصان دہ ہے، اس لئے اہل اللہ کے پاس جب کوئی سالک اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے آتا ہے تو وہ سب سے پہلے اس کے دل سے تکبر دُور کرنے پر توجہ کرتے ہیں، کیونکہ اگر دل میں تکبر رائی کے دانے کے برابر بھی باقی رہے تو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔

حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

صد تمنّا در دِلے داری فضول

کے کند نورِ خدا در دل نزول

(تُو سینکڑوں فضول آرزوئیں جب دل میں رکھتا ہے تو خدا کا نور اس میں کیسے نازل ہوسکتا ہے)

حضرت مولانا جلال الدّین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

ہم خدا خواہی و ہم دُنیائے دوں

ایں خیال است و محال است و جنوں

(تو خدا کو بھی چاہتا ہے اور گھٹیا دُنیا کو بھی، یہ محض خیال ہے، پاگل پن اور محال بات ہے)

4۔خلوت در انجمن

یعنی ہجوم کے اندر بیٹھ کر بھی تنہا ہونا۔قرآنِ مجید میں ہے؛" رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِاللهِ ''، ترجمہ؛ میرے بندے وہ ہیں جن کو تجارت اور خرید وفروخت میری یاد سے غافل نہیں کرسکتی۔

بظاہر یہ بات مشکل نظر آتی ہے کہ ایک انسان دُنیاوی کاموں میں بھی مصروف ہے، وہ منڈی میں مال خرید بھی رہا ہے اور بیچ بھی رہا ہے، وہ کسی فیکٹری میں ملازِمت کر رہا ہے، اپنے کام میں مصروف ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اسی دوران میں اپنے ربّ کا ذکر بھی کر رہا ہو؟ لیکن یہ ہر وقت ذکر میں مشغول رہنے والا کام اتنا مشکل بھی نہیں ہے، صرف اِس کے لئے ابتداً میں مشق کی ضرورت ہے۔ جب انسان دُنیاوی کاموں میں مصروف رہ کر بھی اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتا ہے تو وہ ذکر میں مشغول ہوگا، مثلاً ایک انسان کسی دوسرے شخص سے لین دین کر رہا ہے اور اس کے دل میں یہ خیال ہے کہ میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اور اس کی وجہ سے مَیں اس شخص کے ساتھ پوری ایمانداری سے معاملہ کروں اور کسی بھی صورت

جھوٹ نہ بولوں تو یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہنا ہی ہوگا اور ایک آدمی اپنے دفتر اور فیکٹری میں اس تصوّر کے ساتھ کام کر رہا ہے کہ میرا ربّ مجھے دیکھ رہا ہے اور یوں مَیں اپنے فرائض پوری ایمانداری سے ادا کروں تو کام کے دوران اپنے ربّ کی اِس یاد کو ذکر ہی کہیں گے۔ یوں اللہ تعالیٰ کی یاد میں رہنا ذکر ہے اور اس طرح انسان ہجوم میں رہ کر بھی اللہ کی یاد میں محو ہو تو وہ لوگوں میں رہتے ہوئے بھی تنہا ہوتا ہے کیونکہ اس کا دھیان مخلوق کی طرف نہیں ہوتا بلکہ اپنے ربّ کی طرف ہوتا ہے۔

5۔ یاد کرد

اس کا مطلب ہے، اللہ کی یاد یعنی ذکر کرنا۔ سالک کو جو ذکر اسمِ ذات (اللہ) یا کلمہ طیبہ (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ) مرشد سے تلقین ہوا ہو، اس قدر ذکر کرے کہ اس کے جسم کے ہر عضو سے اس ذکر کا اظہار ہو اور اس کے جسم کا کوئی عضو بھی اللہ تعالیٰ کے حکموں کے خلاف حرکت میں نہ آئے۔ اِنسانی آنکھ، کان، ناک، زبان، ہاتھ اور قدم اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی پیروی کرتے نظر آئیں۔ طریقتِ نقشبندیہ میں اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ دِل ہر وقت اللہ کی یاد میں ہو لیکن سالک اِس مشغولیت کو کسی دوسرے پر ظاہر نہ کرے۔ سالک کو چاہیے کہ وہ ہر حالت میں (یعنی کھانے پینے، بات چیت کرنے، پڑھنے پڑھانے، چلنے پھرنے اور سوتے وقت، حالتِ وضو میں یا بغیر وضو) اپنی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھے تا کہ اس میں یہ عادت پختہ ہو جائے۔ پہلے تو اِس عادت کو اپنانے میں تکلف کرنا پڑتا ہے لیکن تھوڑی سی مشق کے بعد یہ ذکرِ الٰہی بغیر تکلف کے ہونے لگتا ہے۔

اس کے لئے ضروری ہے کہ ابتدأ میں (جب یہ ذکر تکلف کے ساتھ کیا جائے) اپنے لباس وغیرہ میں احتیاط کی جائے اور سادہ لباس پہنا جائے تا کہ کوئی دوسرا شخص سالک کو دیکھ کر محسوس نہ کرے کہ سالک ذکرِ الٰہی میں مشغول ہے۔ حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم

اجمعین کا بھی یہی معمول تھا کہ عام لوگوں کی طرح لباس پہنتے تھے اور عام لوگوں کی طرح زندگی بسر کرتے اور کسی طرح بھی اپنی شانِ درویشی ظاہر نہ کرتے یعنی کسی خاص وضع قطع کا لباس استعمال نہ کرتے۔

آجکل اس کا زیادہ رواج ہے کہ سالکانِ طریقت ایک خاص وضع کا لباس پہنتے ہیں جس سے ان کی شانِ فقیری و درویشی نمایاں نظر آتی ہے یہ اس سالک کے لئے، جس نے ابھی سلوک کی ابتدا کی ہو، سخت نقصان دہ ہے۔

6۔ بازگشت

اس کے معنی رُجوع کرنا ہے۔ ذکر کے دوران انسان کو مقامات کی سیر میسر آتی ہے اور وہ انواراتِ الٰہی کو ملاحظہ کرتا ہے تو اس کے اندر غرور اور تکبر پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ذکر میں مشغول ہونے کے دوران بار بار اپنے ربّ کی طرف رُجوع کر کے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں دیتا رہے۔ اِس مقام پر استغفار کرنا بہت مفید ہے۔

سالک کو چاہیے کہ تھوڑی دیر ذکر میں مشغول رہنے کے بعد حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی تلقین کردہ مناجات تین یا چار بار پڑھے، وہ دُعا یہ ہے:

"اِلٰہی! مقصودِ من توئی و رضائے تو، محبت و معرفتِ خود بدہ"

اگر یہ عبارت نہ پڑھ سکیں تو اس کا ترجمہ "اے اللہ! میرا مقصود تو ہی ہے اور مَیں تیری خوشنودی کا طلبگار ہوں، مجھے اپنی محبت اور معرفت نصیب فرما!" پڑھیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے والدِ بزرگوار شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ "ہم نے جو پایا، اِسی دُعا کے صدقہ پایا۔"

7۔ نگہداشت

اِس سے مراد ہے کہ سالک اپنے دل کا ہر وقت خیال رکھے اور دل میں آنے والے

وسوسوں اور بُرے خیالات کو کوشش کر کے دُور کرے کیونکہ جب آئینۂ دِل صاف ہوگا تو انوارات اِلٰہیہ اِس میں آئیں گے۔ سالک کو چاہیے کہ خیالات اور وسوسوں کو ابتدأ میں ہی دل میں آنے سے روکے، ورنہ نفس ان کی طرف مائل ہو جائے گا تو پھر یہ خیالات اور وسوسے نفس پر اثر انداز ہو کر پختہ ہو جائیں گے پھر ان کا دُور کرنا مشکل ہو جائے گا۔

8۔یادداشت

اس کا مطلب ہے کہ اِنسانی قلب کی مکمل توجہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی حقیقت کی طرف ہو جائے، یہ توجہ مستقل طور پر فنائے تام اور بقائے کامِل کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ جو طالب فنأ اور بقائے سے مشرف ہو جاتا ہے وہ مقامِ وِلایت کو پا لیتا ہے اور واصِل بحق ہو جاتا ہے۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ یادکرد، اور نگہداشت طالب کی اپنی کوشش سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے کا نام ہے جبکہ یادداشت میں سالک یا طالب بغیر کوشش کے خود بخود اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔

وقوفِ زمانی، عددی اور قلبی

اس کے ساتھ ساتھ سالک کے لئے ضروری ہے کہ دورانِ ذکر غیر کے خیالات کو روکے، طاق عدد کو ملحوظ رکھے اور اپنے قلب پر توجہ مرکوز رکھے۔ اس کے لئے تین اصطلاحات مزید استعمال کی جاتی ہیں، جن کا مختصراً ذکر مندرجہ ذیل ہے؛

1-وقوفِ زمانی

یہ پہلے نمبر پر بیان کئے گئے ہوش در دم کی طرح ہے۔ وقوف کے معنی رُک جانا ہے یعنی ذکر کے وقت غیر کے خیالات کو روک کر صرف اللہ کے خیال کی طرف متوجہ ہونا۔

2- وقوفِ عددی

اس کا مطلب ہے کہ سالک دَورانِ ذکر وتر یعنی طاق عدد کوملحوظ رکھے جیسے تین' پانچ' سات، گیارہ وغیرہ۔

3-وقوفِ قلبی

اس سے مراد ہے کہ سالک ہر وقت اپنے قلب پر توجہ رکھے اور وسوسے دل میں نہ آنے دے۔

ذکرِ الٰہی

حضرت اِمام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ ذِکر کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ذکر کا لفظ دل یا زبان پر کسی چیز کے حاضر ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔اِسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ ذکر کی دو قسمیں ہیں؛ 1۔ ذکرِ لسانی 2۔ ذکرِ قلبی

یعنی کسی کو زبان یا دل سے یاد کرنے کو ذکر کہتے ہیں۔

1۔ ذکرِ لسانی یا جہر

ذکرِ لسانی کے متعلق قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛

" فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآئِكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْراً "(سورۂ بقرہ، آیہ 200) ترجمہ؛ تو خدا کو یاد کرو، جس طرح اپنے باپ دادا کو یاد کیا کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

ذکرِ لسانی یعنی زبان سے ذکر کرنے کا مقصد اُس غفلت کو دُور کرنا ہے، جو دُنیاوی معاملات میں اُلجھ جانے کی وجہ سے طاری ہوتی ہے، طریقتِ نقشبندیہ میں سخت شرائط کے ساتھ اس کی اجازت ہے۔سیّدنا و مرشدنا حضرت سیّد صوفی مسعودالحسن رحمۃ اللہ علیہ ذکرِ جہر کی

اجازت اِس شرط کے ساتھ دیتے تھے کہ تمام ذکرِ جہر کرنے والے شریعتِ مطہرہ کے پابند ہوں، ذکرِ جہر کے حلقہ میں کوئی نابالغ موجود نہ ہو، ذکرِ جہر کا حلقہ ایک ایسے کمرے میں ہو جس کی کھڑکیاں اور دروازے بند کر دیئے گئے ہوں۔خواجگانِ چوراہیہ اپنے مریدوں کو ذکرِ جہر، تعلیم کی غرض سے بھی کراتے تھے تاکہ لوگوں کو کلمہ طیبہ دُرست طور پر پڑھنا آتا ہو۔

2۔ذکرِ قلبی

طریقتِ نقشبندیہ مجددیہ نوریہ میں ذکرِ قلبی کو ترجیح دی جاتی ہے۔قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے؛

"وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَّ خِيْفَةً وَ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَاتَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ○ "(سورہ اعراف، 07/205) ترجمہ؛اور اپنے ربّ کا اپنے دل میں ذکر کیا کرو، عاجزی و زاری اور خوف و خستگی سے اور میانہ آواز سے پکار کر بھی صبح و شام اور غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

ذکرِ کا مقصد ہی غفلت کو دُور کرنا ہے تاکہ مؤمن اللہ تعالیٰ کے سِوا تمام چیزوں سے اپنا تعلق توڑ لے اور اس کی مکمل توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جائے۔ذکرِ قلبی یا ذکرِ خفی کو ذکرِ جہر پر اِس لئے بھی فضیلت حاصل ہے کہ ذکرِ خفی اپنی تاثیر کے لحاظ سے قوی اور دیرپا ہے۔اس کا دل پر گہرا اثر ہوتا ہے، جس کو قرآنِ مجید میں اِس طرح بیان کیا گیا ہے؛

"اِنَّما الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ"(سورۂ انفال، آیہ 2)

ترجمہ؛ایمان والے تو صرف وہی لوگ ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے (تو) اُن کے دل (اُس کی عظمت وجلال کے تصوُّر سے) خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔

اِس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر مؤمنوں کے دل پر براہِ راست اثر انداز ہو کر اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دیتا ہے اور ذکر کے انوارات مؤمن کے دل پر لرزہ طاری کر

دیتے ہیں، جس کی بدولت دل، جو دُنیاوی لذّتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے غافل ہو چکا ہوتا ہے، ان لذّتوں سے قطع تعلق کر کے پھر اپنے ربّ سے تعلّق جوڑ لیتا ہے۔ یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ پہلے اپنے ظاہر کو اللہ تعالیٰ کے حکموں کے تابع لایا جائے اور شریعتِ مطہرہ کی مکمل پابندی کی جائے یعنی جن کاموں کا اللہ نے حکم دیا ہے، وہ کئے جائیں اور جن سے روکا ہے، ان کاموں سے رُکا جائے کیونکہ اس کے بغیر ذکر کا دل پر اثر نہیں ہوتا اگر کچھ حاصل ہو بھی جائے تو وقتی اثر ہوتا ہے، جو تھوڑی ہی دیر میں زائل ہو جاتا ہے۔

اگر غور کیا جائے تو تمام عبادات کا مقصد اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی ہے۔ تمام عبادتیں اس ذکر کی تائید میں کی جاتی ہیں، مثلاً نماز کی رُوح اللہ تعالیٰ کے ذکر کو تازہ کرنا ہے، روزہ کا مقصد خواہشاتِ نفسانی میں کمی ہے تا کہ دل خواہشات سے پاک ہو جائے اور اس میں اللہ کا ذکر قرار پا جائے۔ اسی طرح دوسری عبادتوں کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا ذوق وشوق پیدا ہو، اس کے دیدار کی تمنّا ہو۔ دُنیاوی لذّات کو چھوڑنے اور گناہوں سے کنارہ کشی کا مقصد بھی یہی ہے کہ دل پاک صاف ہو جائے اور اس میں ذکر کی تاثیر قبول کرنے کی جگہ پیدا ہو جائے۔ ذکر کے لئے ضروری ہے کہ سالک یا طالب کی طلب سچی ہو، اس طلب کا وہ درد محسوس کرے اور سلوک کے اِس راستے میں آنے والی کوئی چیز اس کو روک نہ سکے۔ ہر وہ چیز جو اللہ کی یاد سے دُور کرنے والی ہے، حتیٰ کہ اپنے وجود کی بھی نفی کر کے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو جائے۔

ذکر کا مکمل فائدہ

ذکر کا مکمل فائدہ اُسی صورت میں ممکن ہے جب سالک نے یہ ذکر کسی شیخ کامل سے حاصل کیا ہو کیونکہ شیخ کامل جو صاحبِ وِلایت ہوتا ہے، اپنے تصرف سے دل کو بُری صفات سے پاک کر کے اور ہر طرح کی خواہشات کے خس وخاشاک کو صاف کر کے اللہ کے ذکر کا

بیج طالب کے دل میں بوتا ہے۔

حضرت شاہ ابوسعید نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "ہدیۃ الطالبین" میں لطائفِ عشرہ کے جو اذکار بیان فرماتے ہیں، سالکان و طالبانِ طریقہ نقشبندیہ کے لئے نہایت مفید ہیں بلکہ طریقتِ نقشبندیہ کے نصاب کا درجہ رکھتے ہیں۔ اگر ممکن ہو سکے تو اِس کتاب کو سبقاً اور درساً پڑھا اور پڑھایا جائے۔ اِس کتاب کے متعلقہ حصہ کا براہِ راست آسان ترجمہ پیشِ خدمت ہے تا کہ متوسلینِ طریقہ نقشبندیہ فائدہ حاصل کر سکیں۔

حضرت شاہ ابوسعید، لطائفِ عشرہ یعنی قلب، رُوح، سِر، خفی اور اخفیٰ، نفس، آب و آتش و باد و خاک (پانی، آگ، ہوا اور خاک) کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ لطائف جو کہ ذاتی طور پر مکمل نور تھے، اس انسانی جسم میں آکر اپنی اصل کو بھول گئے ہیں اور اپنے آپ کو اس ظلمت کدہ کے رنگ میں رنگ لیا ہے، اب اگر یہ اپنی اصل کی طرف واپس نہیں پلٹتے تو محرومی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؛

پایۂ آخر آدم است و آدمی

گشت محروم از مقامِ محرمی

(انسان بہت ہی ادنیٰ درجہ میں ہے۔ آدمی راز داری اور راز دانی کے مقام سے محروم ہو گیا ہے)

گر نگردد از مسکین زین سفر

نیست از و نے ہیچ کس محروم تر

(اگر یہ بے چارہ مسکین اس سفر سے (اصلی وطن کی طرف) لوٹ کر نہ آئے تو اس سے بڑھ کر محروم اور کوئی نہیں ہو سکتا)۔

جب حضرتِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی عنایت بندہ کے شاملِ حال ہو جاتی ہے تو اس کو اپنے دوستوں میں کسی دوست کی خدمت میں پہنچا دیتی ہے، وہ بزرگ اس کے حال کے مناسب

ریاضتوں اور مجاہدوں سے گزار کر اس کے باطن کو پاک صاف کرتے ہیں اور اذکار و افکار کی کثرت سے اس کے لطائف کو ان کے اصل کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں۔

چونکہ موجودہ وقت میں طالبوں کی ہمّتیں بہت ہی کمزور ہو گئی ہیں لہٰذا مشائخِ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین طالبوں کو ابتداً ہی میں ذکر کی تلقین کرتے ہیں ۔سخت اور مشکل عبادتوں اور ریاضتوں کی بجائے عبادات اور اعمال کے بجالانے میں اعتدال کا حکم فرماتے ہیں اور اِس حدِ اعتدال یعنی میانہ روی کا تمام اوقات اور احوال میں خیال رکھتے ہیں اور اپنی توجہات ،جن میں ایک توجہ کئی چلہ کشیوں سے بھی بڑھ کر ہوتی ہے ٔ ہر روز سبق کے طور پر طالب کے حق میں استعمال کرتے ہیں۔جس طرح طالب علم کو کوئی کتاب یک دم نہیں پڑھائی جاتی بلکہ ہر روز اس کتاب میں سے تھوڑا تھوڑا سبق دیا جاتا ہے تا کہ طالب علم اس کو اچھی طرح ذہن نشین کر لے اور یہ سبق اس کے دل و دِماغ میں پختہ ہو جائے ، اِسی طرح طالبِ صادِق پر بھی شیخِ کامِل تھوڑی تھوڑی توجہ ڈالتے ہیں، جس کو وہ برداشت بھی کر سکے اور توجہ اُس پر مکمل اثر بھی ڈال سکے۔

مشائخِ نقشبندیہ طالبوں کو سُنّت کی کامِل اِتّباع اور بدعات (وہ طریقے یا اعمال جن کی اصل قرآن وسُنّت میں نہ ہو) سے پرہیز کرنے کا حکم دیتے ہیں اور جہاں تک ہو سکے، رُخصت (مشکل کام کو چھوڑ کر آسان کام کو اختیار کرنے) سے بچنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُنھوں نے ذکرِ خفی کو اختیار کر رکھا ہے کیونکہ حدیث شریف کے مطابق ذکرِ خفی کو ذکرِ جہر پر حد درجہ فضیلت حاصل ہے (جیسا کہ پہلے بیان کردہ آیت سے بھی ظاہر ہے)۔

اس طریقہ نقشبندیہ میں تین معمولات زیادہ مشہور ہیں، جن کو اشغال کہتے ہیں:

شغلِ اوّل (ذکرِ لطائف) ،

شغلِ دوم (مراقبہ) ،

شغلِ سوم (رابطہ)

1۔ شغلِ اوّل، ذکر

پہلا شغل ذکرِاسمِ ذات "اللّٰہ" یا نفی اثبات "لا اِلٰہ الا اللّٰہ" ہے۔اوّل اوّل مرید کو اسمِ ذات (اللّٰہ) کی تلقین کی جاتی ہے۔

ذکر کا طریقہ

طالب کو چاہیے کہ پہلے خود کوشش کر کے اپنے دل کو ہر قسم کے وسوسوں اور خیال میں کی جانے والی باتوں سے پاک وصاف کرے۔ گزشتہ اور آئندہ پیش آنے والے خیالی ڈر اور خوف کو بھی دل سے نکال دے۔ اِن خیالات اور وسوسوں کو دل سے دُور کرنے کے لئے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی بارگاہ میں خوب رو رو کر دُعا واِلتجا کرے۔

ان وہمی خیالات وتصوُّرات اور وسوسوں کو دل سے دُور رکھنے کا ایک طریقہ جو کہ سب سے زیادہ مؤثر ہے، وہ یہ ہے کہ مرید اپنے مُرشد (جس نے اس کو یہ ذکر تلقین کیا ہے) کی صورت کو دل کے مقابل یا دل کے اندر خیال میں رکھے اور اپنے مرشد یا شیخؒ کی صورت کو تصوُّر میں رکھنے کو "رابطہ" بھی کہتے ہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ مرید سب سے پہلے اپنے مرشد کی صورت کو دل میں اس قدر پکا کرے کہ اس کا خیال اس صورت پر پختہ ہو جائے، اس طرح دل میں دوسرے وہم اور خیالات آنے سے رُک جائیں گے۔

اِس مشق کے بعد دل وسوسوں سے پاک ہو جائے تو اب ہمہ تن ذکرِ قلبی میں مشغول ہو جانا چاہیے لیکن اس ذکر کے دوران قلب کو وسوسوں اور خیالات سے پاک کرنے کی طرف توجّہ (جسے صوفیائے کرام "وقوفِ قلبی" کہتے ہیں) کی رِعایت نہایت ضروری ہے کیونکہ نگہداشت یعنی دل میں خیالات اور وسوسوں کو روکنے اور وقوفِ قلبی یعنی اپنی توجّہ قلب کی طرف رکھنے (کہ اس میں ہر طرح کے خیالات داخل نہ ہونے پائیں) کے بغیر ذکر کا کوئی

فائدہ حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس ذکر کو بھی خیالات اور تصوُّرات میں باتیں کرنے میں شمار کیا جاتا ہے، جس کو ”حدیثِ نفس“ یعنی دل کی گفتگو بھی کہتے ہیں۔

امام الطریقہ حضرت شاہِ نقشبند رضی اللہ عنہ وقوفِ عددی یعنی ذکر کی تعداد کو ذہن میں رکھنے کو ضروری نہیں سمجھتے لیکن وقوفِ قلبی یعنی دل کو خیالات سے پاک رکھنے کی طرف متوجّہ رہنے کو ذکر کی شرط اور اس کے لئے واجب فرماتے ہیں۔

وقوفِ قلبی یا ذکرِ قلبی دو چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے؛

1.. طالب کی توجُّہ اپنے قلب کی طرف رہے۔

2.. طالب کے قلب کی توجُّہ ذاتِ الٰہی کی طرف، جس کا ذاتی اسمِ مبارک ”اللّٰہ“ ہے۔

طالب کو چاہیے کہ دل میں آنے والے خیالات اور وسوسوں کو روکنے اور دل کی طرف متوجُّہ رہنے کے ساتھ، اِس ذِکرِ قلبی کو اتنا زیادہ کرے کہ لطیفۂ قلب میں پیدا ہونے والی ذکر کی حرکت خیال کے کانوں میں سنائی دینے لگے۔

ذکرِ لطائف

اپنے مرشد کی تلقین کے بعد طالب کو چاہیے کہ کسی تنہا جگہ پر دو زانو یا چہار زانو، جس میں آسانی سمجھے، بیٹھ جائے۔ یاد رہے باوضو ہونا اور تنہائی اختیار کرنا لازِم نہیں، صرف افضل ہے اور تنہائی تو ابتدا ٔمیں اس لئے اختیار کی جاتی ہے تاکہ دورانِ ذکر خیالات اور وسوسوں سے بچا جاسکے لیکن جب طالب کا دل مکمل طور پر خیالات سے پاک وصاف ہوجاتا ہے اور اس کو اس پر ملکہ حاصل ہوجاتا ہے تو پھر کام میں مشغول ہونے کے دوران بھی اس ذکر کو جاری رکھا جاسکتا ہے۔

پھر کم از کم تین مرتبہ اوّل آخر دُرود شریف پڑھے، درمیان میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور تین مرتبہ سورۂ اخلاص مع بسم اللہ شریف پڑھ کر اس کا ثواب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ

میں پیش کرے اور پھر آپ کے وسیلۂ جلیلہ سے خواجگانِ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی ارواحِ مقدّسہ کے حضور میں پیش کر کے ان کی توجُّہات کے حصول کی دُعا کرے۔ پھر نہایت عاجزی وانکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دُعا کرے اور اس دُعا کو ذکر کے دوران وقفہ وقفہ سے کم از کم تین مرتبہ دُہرائے، وہ دُعا یہ ہے:

"یا اِلٰہی! تو اور تیری رضا ہی میرا مطلوب و مقصود ہے، مجھے محبت اور معرفت نصیب فرما!"

1۔ ذکرِ لطیفۂ قلب

طالب کو چاہیے کہ مندرجہ بالا دُعا کرنے کے بعد اپنی زبان کو تالو سے لگالے اور یہ تصوُّر کرے کہ اللہ تعالیٰ کا فیض بوسیلہ خواجگانِ نقشبندیہ، میرے مرشد کے لطیفۂ قلب سے میرے لطیفۂ قلب پر آ رہا ہے اور لطیفۂ قلب پر خیال سے اسمِ ذات "اللہ" کا ذکر کرے، یعنی لطیفۂ قلب اللّٰہ، اللہ کہہ رہا ہے، اِس لطیفہ کا مقام بائیں پستان کے نیچے دو اُنگلی کے فاصلہ پر پہلو کی جانب ہے۔

اِس لطیفہ کے ذاکِر ہونے کی علامت یہ ہے کہ زرد رنگ کے انوارات ظاہر ہوتے ہیں لیکن ان انوارات کا ظاہر ہونا لازمی شرط نہیں ہے۔

پھر مرشد کی تلقین کے بعد ذکرِ لطیفۂ رُوح کرے۔

2۔ ذکرِ لطیفۂ رُوح

فیض بوسیلہ خواجگانِ نقشبندیہ، میرے مرشد کے لطیفۂ رُوح سے میرے لطیفۂ روح پر آ رہا ہے اور لطیفۂ رُوح اللّٰہ اللّٰہ کہہ رہا ہے۔ اِس لطیفہ کے نور کا رنگ سُرخ ہے۔ یعنی جب ذاکِر کو سُرخ رنگ کے انوارات نظر آنے لگیں تو یہ اس لطیفہ کے ذاکِر ہونے کی علامت ہے۔ اِس کا مقام دائیں پستان کے نیچے دو اُنگل کے فاصلہ پر پہلو کی جانب ہے۔

پھر مرشد کی تلقین اور اجازت سے ذکرِ لطیفۂ سِر کرے۔

3۔ ذکرلطیفۂ سِر

فیض بوسیلۂ خواجگانِ نقشبندیہ ، میرے مرشد کے لطیفۂ سِر سے میرے لطیفۂ سِر پر آ رہا ہے اور لطیفۂ سِر اللّٰـہ اللّٰـہ کہہ رہا ہے۔اس لطیفہ کے نور کا رنگ سفید ہے،یعنی جب ذاکِر کو سفید رنگ کے انوارات نظر آنے لگیں تو یہ اس لطیفہ کے ذاکِر ہونے کی علامت ہے۔ اِس لطیفہ کا مقام بائیں پستان کے سامنے دو انگل سینہ کی جانب ہے۔

پھر مرشد کی تلقین اور اجازت سے لطیفۂ خفی کا ذکر کرے۔

4۔ ذکرِلطیفۂ خفی

فیض بوسیلۂ خواجگانِ نقشبندیہ، میرے مرشد کے لطیفۂ خفی سے میرے لطیفۂ خفی پر آ رہا ہے اور لطیفۂ خفی اللہ اللہ کہہ رہا ہے۔اس لطیفہ کے نور کا رنگ سیاہ ہے۔یعنی جب ذاکِر کو سیاہ رنگ کے انوارات نظر آنے لگیں تو یہ اِس لطیفہ کے ذاکِر ہونے کی علامت ہے۔ اِس لطیفہ کا مقام دائیں پستان کے سامنے دو انگل مقابل سینہ کی جانب ہے۔

پھر مرشد کی تلقین واجازت سے لطیفۂ اخفیٰ کا ذکر کرے۔

5۔ ذکرِلطیفۂ اخفیٰ

فیض بوسیلۂ خواجگانِ نقشبندیہ، میرے مرشد کے لطیفۂ اخفیٰ سے میرے لطیفۂ اخفیٰ پر آ رہا ہے اور لطیفۂ اخفیٰ اللہ اللہ کہہ رہا ہے۔ اِس لطیفہ کے نور کا رنگ سبز ہے یعنی جب ذاکِر کو سبز رنگ کے انورات نظر آنے لگیں تو یہ اس لطیفہ کے ذاکِر ہونے کی علامت ہے۔ اِس لطیفہ کا مقام سینہ کے درمیان میں ہے۔

پھر مرشد کی تلقین اور اجازت سے لطیفۂ نفس کا ذکر کرے۔

6۔ ذکرِلطیفۂ نفس

فیض بوسیلۂ خواجگانِ نقشبندیہ، میرے مرشد کے لطیفۂ نفس سے میرے لطیفۂ نفس پر

آ رہا ہے اور لطیفۂ نفس اللہ اللہ کہہ رہا ہے۔ اِس کا مقام پیشانی کے درمیان ہے۔

پھر مرشد کی تلقین اور اجازت سے لطیفۂ قالبیہ کا ذکر کرے۔

7۔ ذکرِ لطیفۂ قالبیہ

فیض بوسیلۂ خواجگانِ نقشبندیہ، میرے مرشد کے لطیفۂ قالبیہ سے میرے لطیفۂ قالبیہ پر آ رہا ہے اور میرے تمام بدن کے ہر رگ رگ اور بال سے اللّٰہ اللّٰہ ہو رہی ہے۔ اس کو سلطان الاذکار بھی کہتے ہیں۔ یہ لطیفہ چار عناصر خاک، باد، آب اور آتش پر مشتمل ہے۔

حضرت سیّد شاہ محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ نے ان لطائف کے انوارات اور رنگوں کی اس طرح تفصیل لکھی ہے؛ لطیفۂ قلب کا نور سُرخ رنگ کا ہے، لطیفۂ روح کا نور سفید رنگ کا ہے، لطیفۂ سِر کا نور سبز رنگ کا ہے، لطیفۂ خفی کا نور ہلکا آسمانی نیلے رنگ کا ہے، لطیفۂ اخفیٰ کا نور شدید سیاہ رنگ کا ہے، لطیفۂ نفس کا نور' زرد رنگ کا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اِن دس لطائف (جن کو لطائفِ عشرہ بھی کہتے ہیں) کے ذاکر ہونے کے بعد ذکر نفی و اثبات کی تلقین فرماتے ہیں۔

ذکرِ نفی و اثبات

طالب کو چاہیے کہ ذکرِ نفی اثبات کے دَوران کلمہ شریف کے یہ معنی خیال میں رکھے کہ

''اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کے سوا میرا کچھ مقصود نہیں۔''

اس ذکر کی دُعا بھی مذکورہ بالا اذکار کی طرح یہی ہے کہ

''یا اِلٰہی! تو اور تیری رضا ہی میرا مطلوب و مقصود ہے، مجھے اپنی محبت اور معرفت نصیب فرما!''

دورانِ ذکر کئی بار اس دُعا کو دُہراتے رہنا چاہیے۔

اِس ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ طالب کو چاہیے کہ سانس کو اپنی ناف کے نیچے روکے لیکن اگر سانس روکنا دُشوار ہو تو پھر نہ روکے کیونکہ سانس روکنا یعنی حبسِ دم کرنا اس ذکر کے لئے

شرط نہیں ہے۔ پھر لفظ "لا" کو ناف سے بلندی کی طرف پیشانی تک کھینچ کر لائے اور پھر لفظِ "اِلٰہ" کو دائیں کندھے کی طرف لائے، پھر لفظ "اِلا اللّٰہ" کی ضرب قلب پر اس طرح لگائے کہ لفظ "اِلا اللّٰہ" تمام لطائف، رُوح، سِر، خفی، اخفیٰ سے گزرے اور اس کا اثر تمام اعضائ پر پڑے۔ پھر کچھ دیر یہ ذکر کرنے کے بعد "لَاۤاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ" کہے اور پھر ذکر میں مشغول ہو جائے۔

یاد رہے کہ یہ ذکر خیال سے کرتے ہیں اور اس ذکر کے دوران میں سر اور دیگر اعضاء کو حرکت نہیں دی جاتی۔

تصفیۂ باطن

اِن تمام اذکار کا مقصد تصفیۂ باطن یعنی باطن کی صفائی کا حصول ہے، اِس کے لئے ضروری ہے کہ طالب ہر حال میں اُٹھتے، بیٹھتے، سوتے جاگتے، کھاتے پیتے، ہر لحظہ ذکر اس طرح جاری رکھے کہ دل سے وسوسوں کو دُور کرنے پر متوجّہ رہے، اس کو ذکر و نگہداشت اور وقوفِ قلبی کے ساتھ ذکر کرنا کہتے ہیں۔

اِس تصفیۂ باطن سے طالب کو حق سبحانہٗ کی طرف قلبی توجُّہ اور حضور پیدا ہو جاتا ہے۔ اس تصفیۂ باطن کی علامات ایسے ہی ہیں جیسے طالب پر لطائف کے انوارات ظاہر ہوتے ہیں اور وہ ان کا مشاہدہ کرتا ہے۔ طالب ان انوارات کا پہلے باہر مشاہدہ کرتا ہے، اس کو صوفیائے کرام "سیرِ آفاقی" کہتے ہیں پھر ان انوارات کو اپنے باطن میں محسوس کرتا ہے، اس کو "سیرِ انفسی" کہتے ہیں۔ اگر طالب صاحبِ کشف ہو تو وہ ان کا مشاہدہ خود اپنی آنکھوں سے کرتا ہے، اس کو کشفِ عیانی کہتے ہیں لیکن موجودہ دَور میں مکمل طور پر اوّل تا آخر رزقِ حلال کا میسر ہونا نہایت مشکل ہو گیا ہے کیونکہ تمام دُنیا میں معیشت سود کی بنیاد پر چل رہی ہے، اس لئے طالب کے لیے کشفِ عیانی بہت دُشوار ہے۔ اِس صورتِ حال میں طالب

کو چاہیے کہ وہ اپنی پوری کوشش سے رزقِ حلال کما کر کھائے تو پھر یہ ممکن ہوگا کہ اس کو یہ انوارات وجدانی طور پر معلوم ہوسکیں یعنی طالب اپنے باطنی حالات اور قلبی کیفیات کے تبدیل ہونے سے اندازہ لگا سکتا ہے کہ اِس کے لطائف ذاکر ہورہے ہیں اور ان پر ذکر اثر انداز ہورہا ہے، جس کے نتیجہ میں تصفیۂ باطن حاصل ہورہا ہے۔

اس کو ایک مثال سے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ جیسے ہوا جو بظاہر دِکھائی نہیں دیتی لیکن جب یہ چلتی ہے تو اپنے ادراک کی قوت سے اور بدن کو چھو کر گزرنے سے قوّتِ حس کے ذریعہ ہوا کے وجود کو معلوم کیا جاسکتا ہے۔

2۔شغلِ دوم، مراقبہ

حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؛ دوسرا شغل مراقبہ ہے، مراقبہ کا مطلب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اپنے لطائف میں کسی لطیفہ پر فیض آنے کا انتظار کرنا اور اس فیضِ خداوندی کا اس لطیفہ پر وارد ہونے کا خیال کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو فیض کسی لطیفہ پر وارد ہوتا ہے تو اس لطیفہ کو اس فیض کا موردِ فیض کہتے ہیں۔ چنانچہ مشائخ کرام نے ہر مقام کے مناسب ایک مراقبہ تجویز فرما دیا ہے، چنانچہ دائرہ امکان کے لئے، جو عالمِ خلق اور عالمِ امر کے لطائف پر مشتمل ہے، مراقبۂ احدیت کا حکم فرماتے ہیں۔

مراقبۂ احدیّت

اِس سے مراد یہ خیال کرنا ہے کہ اُس ذاتِ عالیہ کا فیض لطیفۂ قلب پر (یا دیگر لطائف میں سے جس کا مراقبہ کررہے ہوں) وارد ہورہا ہے، جو تمام صفاتِ کمال سے متصف ہے اور ہر عیب ونقصان سے منزّہ اور پاک ہے اور اس ذاتِ پاک کا اسمِ مبارک "اللہ" ہے۔

اِن مراقبات کو سابقہ بیان کردہ ذکرِ لطائف کے ساتھ کرتے ہیں یعنی لطائف کے

ذکر کے دوران میں مراقبہ کو بھی ملا دیتے ہیں۔کبھی کبھی یہ مراقبۂ لطائف بغیر ذکرِ لطائف کے بھی کرتے ہیں۔یاد رہے کہ خالی ذکرِ لطائف، مراقبۂ لطائف کے بغیر مفید نہیں ہوتا۔

شرائط و طریقۂ مراقبہ

1۔ مراقبہ کے دوران طالب کو چاہیے کہ طہارتِ کامل یعنی وضو کرے اور دِل کو تمام خیالات سے پاک کرے تا کہ اللہ تعالیٰ کے فیضان کی طرف متوجہ ہوتے وقت اُس ذاتِ پاک کے سوا کسی طرف طبیعت مائل نہ ہو۔

2۔ یہ مراقبات اُس کے لئے فائدہ مند ہیں، جس کے عقائد اہل سنت و جماعت کے بزرگوں کے عقائد کے مطابق ہوں اور طالب نے کسی کامل مرشد کے ہاتھ پر توبہ کی ہو اور مرشد نے اُس کو اِن مراقبات کی اجازت دی ہو۔

3۔ طالب کو چاہیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سُنّتوں کی متابعت کرے اور سُنّت اور آدابِ طریقت کی خلاف ورزی نہ کرے تا کہ مراقبہ کے دوران حلاوت و کیفیت پیدا ہو۔

4۔ مراقبہ کے دوران چار زانو ہو کر یعنی چوکڑی مار کر بیٹھے کیونکہ مراقبہ کے دوران اگر غنودگی چھائے تو دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہ پڑے کیونکہ مراقبہ کے دوران نیند کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

5۔ مراقبات کے دوران جو کیفیات اور آثار نظر آئیں، اُن کو اپنے مرشد کے حضور پیش کرے۔اگر کوئی انوارات و تجلیات نظر آئیں تو اُن پر فریفتہ ہو کر اپنے آپ کو بزرگ نہ سمجھ لے کیونکہ بہت سے لوگ اِس مقام پر آ کر بھٹک جاتے ہیں۔

نیاتِ مراقبۂ لطائف

1۔ نیّت مراقبہ لطیفہ قلب: اللہ تعالیٰ کی ذات، جو تمام صفات و کمالات کی جامع ہے

اور تمام عیوب و نقائص سے منزّہ ہے، کا فیض میرے مرشد کے لطیفۂ قلب سے
میرے لطیفۂ قلب پر آ رہا ہے۔

2۔ نیّت مراقبہ لطیفۂ روح: اللہ تعالیٰ کی ذات، جو تمام صفات و کمالات کی جامع ہے
اور تمام عیوب و نقائص سے منزّہ ہے، کا فیض میرے مرشد کے لطیفۂ روح سے
میرے لطیفۂ رُوح پر آ رہا ہے۔

3۔ نیّت مراقبہ لطیفۂ سِر: اللہ تعالیٰ کی ذات، جو تمام صفات و کمالات کی جامع ہے
اور تمام عیوب و نقائص سے منزّہ ہے، کا فیض میرے مرشد کے لطیفۂ سِر سے
میرے لطیفۂ سِر پر آ رہا ہے۔

4۔ نیّت مراقبہ لطیفۂ خفی: اللہ تعالیٰ کی ذات، جو تمام صفات و کمالات کی جامع ہے
اور تمام عیوب و نقائص سے منزّہ ہے، کا فیض میرے مرشد کے لطیفۂ خفی سے
میرے لطیفۂ خفی پر آ رہا ہے۔

5۔ نیّت مراقبہ لطیفۂ اخفیٰ: اللہ تعالیٰ کی ذات، جو تمام صفات و کمالات کی جامع ہے
اور تمام عیوب و نقائص سے منزّہ ہے، کا فیض میرے مرشد کے لطیفۂ اخفیٰ سے
میرے لطیفۂ اخفیٰ پر آ رہا ہے۔

6۔ نیّت مراقبہ لطیفۂ نفس: اللہ تعالیٰ کی ذات، جو تمام صفات و کمالات کی جامع ہے
اور تمام عیوب و نقائص سے منزّہ ہے، کا فیض میرے مرشد کے لطیفۂ نفس سے
میرے لطیفۂ نفس پر آ رہا ہے۔

7۔ نیّت مراقبہ لطیفۂ قالبیہ: اللہ تعالیٰ کی ذات، جو تمام صفات و کمالات کی جامع ہے
اور تمام عیوب و نقائص سے منزّہ ہے، کا فیض میرے مرشد کے لطیفۂ قالبیہ سے
میرے لطیفۂ قالبیہ پر آ رہا ہے۔

لطیفۂ قالبیہ کے عناصر کے مراقبات کے سلسلہ میں حضرت خواجہ سیّد شاہ محمد گیلانی بن خواجۂ خواجگان حضرت سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہا نے اپنی قلمی بیاض (وظائفِ نوریہ) میں بے مثال بحث لکھی ہے، جو تصوّف کی کسی دوسری کتاب میں نہیں ملتی۔ اس سے تصوّف و روحانیت میں آپ کے بلند مرتبے کا بھی اظہار ہوتا ہے اور حضرت خواجۂ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے یہ شرف تنہا آپ کے حصہّ میں آیا ہے۔ یہ آپ کے اس قربِ خداوندی کو ظاہر کرتا ہے، جو آپ کو اپنے ربّ کی بارگاہ میں حاصل تھا اور یہی قرب دراصل وِلایت کا بلند مرتبہ ہوتا ہے۔ اس بحث کا خلاصہ سالکانِ راہِ طریقت کے فائدہ کے لئے یہاں لکھا جاتا ہے؛

1۔ عنصرِ خاک کے مراقبہ کے دوران نورِ جبرائیل علیہ السلام معلوم ہوا، جس کا رنگ زرد تھا۔
2۔ عنصرِ آب کے مراقبہ کے دوران حضرت میکائیل علیہ السلام کا نور ظاہر ہوا جس کا رنگ سُرخ تھا
3۔ عنصرِ باد کے مراقبہ کے دوران حضرت اسرافیل علیہ السلام کا نور معلوم ہوا، جس کا رنگ سبز تھا۔
4۔ عنصرِ آتش میں مراقبہ کے دوران حضرت عزرائیل علیہ السلام کا نور معلوم ہوا، جس کا رنگ سیاہ تھا۔

مزید تفصیلات کے لئے حضرت سیّد شاہ محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "وظائفِ نوریہ" کا مطالعہ فرمائیں۔

3۔ شغلِ سوم، ذکرِ رابطہ

ذکرِ رابطہ

ذکرِ رابطہ سے مراد اپنے مرشد کی صورت کو اپنے ذہن وخیال میں رکھنا ہے۔ مرشد کی صورت کو دل میں رکھنا یا اپنی صورت کو اپنے مرشد کی صورت خیال کرنا بھی ذکرِ رابطہ ہے، اِس کو تصوُّرِ شیخ بھی کہتے ہیں۔ جب یہ تصورِ شیخ طالب کے دل و دِماغ پر غالب آجاتا ہے تو اس کو ہر چیز میں اپنے مرشد کی صورت نظر آتی ہے، اِس حالت کو" فنائی الشیخ" کہتے ہیں، یہ حالت اِس شعر کے مصداق ہو جاتی ہے۔

در و دیوار چوں آئینہ شد از کثرتِ شوق
هر کجا می نگرم، رُوئے تُرا می بینم

(محبت وشوق کی زیادتی سے درو دیوار آئینہ کی طرح ہو گئے ہیں، اب مَیں جس طرف دیکھتا ہوں، مجھے تو ہی تو نظر آتا ہے)

جاننا چاہیے کہ رابطہ یعنی تصوُّرِ شیخ کا طریقہ دوسرے تمام طریقوں سے زیادہ نزدیک ہے اور عجائب وغرائب کے ظہور کا ذریعہ بھی ہے۔ حضرت خواجہ عروۃ الوثقیٰ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خالی ذکر جو بغیر تصوُّرِ شیخ اور فنائی الشیخ کے ہو، منزلِ مقصود پر نہیں پہنچا سکتا اور آدابِ صحبت کو ملحوظ رکھ کر تصوُّرِ شیخ ہی کیا جائے اور دوسرے اذکار و مراقبات نہ بھی کئے جائیں تو کافی ہوسکتا ہے۔

اوراد و وظائف

طالبانِ راہِ طریقت کے لئے ضروری ہے کہ وہ شب و روز یادِ الٰہی میں مصروف رہیں۔
یادِ الٰہی میں مصروف رہنے والے ہمیشہ پاکیزگی کو پسند کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
"فِيْهِ رِجَالٌ يُحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ○" (سورہ توبہ 09/108)
ترجمہ: مسجد نبوی یا مسجد قباء میں بعض ایسے افراد ہیں جوان لوگوں کو دوست رکھتے ہیں، جو ہر وقت باوضو اور پاک صاف رہتے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "اِذَا تَوَضَّاءَ الْمُؤْمِنُ وَ غَسَلَ وَجْهَهٗ خَرَجَ مِنْ كُلِّ خَطِيْئَةٍ نَظَرَ اِلَيْهَا بِعَيْنِهٖ مَعَ الْمَاءَ وَاِذَا غَسَلَ يَدَهٗ خَرَجَ مِنْ يَّدِهٖ كُلِّ خَطِيْئَةٍ يَّدَاهُ مَعَ الْمَاءِ اِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَ كُلِّ خَطِيْئَةٍ مَتْنٰى رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوْبِ۔" ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب کوئی مؤمن وضو کرتا ہے اور منہ دھوتا ہے پھر ہاتھ دھوتا ہے پھر پاؤں دھوتا ہے تو اُس کے تمام گناہ اس طرح دُھل جاتے ہیں جس طرح اس کے ہاتھ، منہ، پاؤں پانی سے دُھل گئے ، وہ تمام گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے۔
جب طالب وضو مکمل کرے تو یہ دُعا پڑھے،
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو یہ دُعا پڑھے تو اس پر جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں؛ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ؕ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِىْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِىْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ وَاجْعَلْنِىْ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ۔
ترجمہ: مَیں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور مَیں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے بندے اور رسول ہیں۔ اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں میں سے بنادے اور مجھے پاک لوگوں میں سے بنادے اور مجھے صالحین میں سے بنادے۔

نماز ادا کرنے کے بعد تین بار کہے: "اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔" اِس دُعا کو پڑھتے وقت دل میں گناہوں سے توبہ کا اِرادہ کیا جائے۔

ہر مسلمان کے لئے، بالخصوص سالک کے لئے نمازِ پنجگانہ کی ادائیگی ہر حال میں ضروری ہے۔

- فرضوں کے بعد ایک مرتبہ آیۃُ الکرسی پڑھے۔
- اس کے بعد تین مرتبہ مندرجہ ذیل دُعا پڑھے:

بِسْمِ اللّٰہِ ذِی الشَّانِ عَظِیْمِ وَّالْبُرْھَانِ شَدِیْدِ السُّلْطَانِ مَاشَاءَ اللّٰہِ وَکَانَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

- ہر نماز کے بعد درجِ ذیل کلمات پڑھے:

100 مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ ، 100 مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ،

100 مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ، 100 مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

- فجر کی سُنّتوں اور فرضوں کے درمیان

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ۔ 101 بار پڑھے۔

- فرضوں کے بعد سات بار مندرجہ ذیل دُعا پڑھے: بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اِسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔
- اس کے بعد 101 مرتبہ کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھے۔
- نماز فجر کے بعد سات مرتبہ یہ پڑھے:

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ اَصْلِحْ لِیْ شَأنِیْ کُلَّہٗ وَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ۔

- سات مرتبہ یہ پڑھے:

حَسْبِيَ اللّٰہُ ۚ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ؕ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ○
(سورۃ التوبۃ، 129)

○ ایک سومرتبہ یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ پڑھے۔

○ ایک سومرتبہ یَا حَيُّ یَا قَیُّوْمُ پڑھے۔

○ سورۂ کافرون، سورۂ اخلاص، سورۂ خلق، سورۂ والناس ایک ایک بار پڑھنے کے بعد تین مرتبہ "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○" پڑھے۔ پھر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ ۚ ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ○ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۚ اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ○ ھُوَ اللّٰہُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ؕ یُسَبِّحُ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ○ (سورۃ الحشر، آیت 24,23,22) پڑھے۔

نوٹ: مندرجہ بالا دُعا کو نمازِ مغرب کے بعد بھی پڑھے۔

○ نمازِ فجر کے بعد یہ دُعا پڑھے: رَبِّیَ اللّٰہُ ۚ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ؕ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ○ مَاشَآءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَا لَمْ یَکُنْ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ○ اَشْھَدُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَاِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ○ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الَّذِیْ یُمْسِکُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِہٖ مِنْ شَرِّ کُلِّ دَآبَّۃٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ حٰمٓ ○ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ○ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ ؕ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ؕ اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ ○ فَسُبْحٰنَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ○ وَلَہُ

الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْهِرُوْنَ ○ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَیُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ○ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ○ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ○

- وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ○ وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَی اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ○ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ○

- سات بار سورۂ انشراح پڑھے؛

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ○ۙ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ○ۙ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ○ۙ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ○ؕ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ○ۙ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ○ؕ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ○ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ ○

- نمازِ عشاء کے بعد یہ دُعا تین مرتبہ پڑھے؛

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔

- اس کے بعد 100 مرتبہ پڑھے؛

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْهِ۔

- اس کے بعد 101 مرتبہ درود شریف پڑھے؛

وَصَلَّى اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

○ نمازِ عشائ کے بعد ایک سو گیارہ مرتبہ " اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ ۔" پڑھے، اوّل آخر گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھے۔

سونے کے آداب

طالب کو چاہیے کہ سوتے وقت قبلہ رُو ہو کر سوئے، سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھے، پھر سورۂ بقرہ کا آخری رکوع پڑھے، پھر یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْكَ وَوَجَّھْتُ وَجْھِیَ اِلَیْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ وَاَلْجَاتُ ظَھْرِیْ اِلَیْكَ رَغْبَۃً وَّ رَھْبَۃً اِلَیْكَ وَلَا مَلْجَا وَلَا مَنْجَا اِلَّا اِلَیْكَ ۔ اٰمَنْتُ بِکِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ اَللّٰھُمَّ اَیْقِظْنِیْ فِیْ اَحَبَّ السَّاعَاتِ اِلَیْكَ وَاسْتَعْمِلْنِیْ بِاَحَبِّ الْاَعْمَالِ اِلَیْكَ الَّذِیْنَ اِلَیْكَ زُلْفاً وَّیُبْعِدُنِیْ مِنْ سَخَطِكَ بُعْدًا ○ اَللّٰھُمَّ لَا تُؤْمِنِیْ مَکْرَكَ وَلَا تُوَلِّنِیْ غَیْرَكَ وَلَا تُنْسِنِیْ ذِکْرَكَ وَلَا تَجْعَلْنِیْ مِنَ الْغَافِلِیْنَ ○

ترجمہ: اے اللہ! مَیں اپنے آپ کو تیرے سپرد کرتا ہوں اور تیری طرف ہی متوجہ ہوتا ہوں اور اپنے تمام اُمور کو تیرے ہی سپرد کرتا ہوں اور اپنا سر تیرے حضور جھکاتا ہوں اور تیری ہی طرف رغبت کرتا ہوں اور تجھ سے ہی ڈرتا ہوں۔ تیرے سوا میرا کوئی ملجا و ماویٰ نہیں، مَیں تیری کتاب پر ایمان لاتا ہوں، جو تو نے نازِل کی اور تیرے نبی پر ایمان لاتا ہوں جو تو نے بھیجا۔ اے اللہ مجھے ان اوقات میں بیداری دے جو تجھے زیادہ پسند ہیں اور مَیں بہترین اعمال میں تیری طرف جھکتا ہوں۔ اے اللہ! مجھے وہ اعمال کرنے کی توفیق دے جو تیرا قرب عطا کریں اور تیرے عذاب سے دور کر دیں۔ مَیں تیرے بعد دوسرے کو اپنا مالک تسلیم نہیں کرتا اور تیری یاد سے غافل نہیں رہتا اور مجھے غافلوں میں سے نہ بنانا۔

نوافلِ تہجُّد

اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛ وَ مِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ (سورۃ الاسریٰ، 17/79) ترجمہ؛ اور رات کے کچھ حصہ میں (اُٹھو) اور نمازِ تہجد ادا کرو (تلاوتِ قرآن کے ساتھ) یہ (نماز) زائد ہے آپ کے لئے، یقیناً فائز فرمائے گا آپ کو آپ کا ربّ مقامِ محمود پر۔ اِس لئے تمام اولیائے کاملین اور صالحینِ اُمت کا معمول رہا ہے کہ وہ نوافلِ تہجد باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں، اس کی کم از کم چار رکعتیں ہیں۔ سالکین کے لیے نوافلِ تہجد کا ادا کرنا نہایت ضروری ہے۔

نوافل کے اِبتداء میں یہ دُعا پڑھیں؛

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمُلْكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ جَمِيْعًا اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ وَاهْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَايَهْدِیْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّیْ سَيِّئَهَا لَايَصْرِفُ عَنِّیْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ ○ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِیْ يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ اَنَابِكَ وَاِلَيْكَ تَبَارَكَ وَتَعَالَيْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ ○

دُعائے سحر

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ فِيْمَا السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُالسَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ ط وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَآئُكَ حَقٌّ وَ قَوْلُكَ حَقٌّ وَّالْجَنَّةُ حَقٌّ وَّالنَّارُحَقٌّ وَّالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَّمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَّ اٰلُ مُحَمَّدٍا حَقٌّ ○ اَللّٰهُمَّ

لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَاقَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَغْفَلْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ○

اِس دُعا کے بعد بارہ رکعت نوافِل ادا کریں اگر وقت کم ہوتو دو رکعت ادا کریں ۔

نوافلِ تہجد کے بعد مندرجہ ذیل دُعا بتضرع وزاری پڑھیں؛

حَسْبِیَ اللّٰهُ لِدِیْنِیْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لِمَا اَهَمَّنِیْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لِمَنْ بَغٰی عَلَیَّ حَسْبِیَ اللّٰهُ لِمَنْ حَسَدَنِیْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لِمَنْ كَادَنِیْ بِالسُّوْءِ حَسْبِیَ اللّٰهُ عِنْدَ الْمَوْتِ حَسْبِیَ اللّٰهُ عِنْدَ الْمَسْأَلَةِ فِی الْقَبْرِ حَسْبِیَ اللّٰهُ عِنْدَ الْمِیْزَانِ حَسْبِیَ اللّٰهُ عِنْدَ الصِّرَاطِ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ ○

نوافل کے بعد زیادہ سے زیادہ درود شریف کا نذرانہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا جائے۔اس کے بعد نمازِ فجر تک باطنی اسباق میں مشغول ہوجائیں۔

دُعائیں

طالبانِ طریقہ کو چاہیے کہ وہ بارگاہِ الٰہی میں کثرت کے ساتھ دُعائیں کیا کریں تا کہ اللہ کریم اُن کی طرف اپنی رحمت کے ساتھ متوجّہ ہو۔ یہاں مختلف اوقات میں پڑھی جانے والی دُعائیں لکھی جارہی ہیں؛

1۔دُعائے صبح؛ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَ هٰذَا الْیَوْمِ فَتْحَهٗ وَنَصْرَهٗ وَنُوْرَهٗ وَبَرَكَتَهٗ وَهُدَاهُ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِیْهِ وَمِنْ شَرِّ مَا قَبْلَهٗ وَمِنْ شَرِّ مَا بَعْدَهٗ۔

2۔نمازِ فجر اور مغرب کے بعد؛

(i). سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ 100بار

سُبْحَانَ اللّٰہِ 100 بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ 100 بار

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ 100 بار اَللّٰہُ اَکْبَر 100 بار

(ii اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ تین بار پڑھیں ، پھر پڑھیں؛

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ج عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ ج ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ○ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ج اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ ط سُبْحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ○ ھُوَ اللّٰہُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ط یُسَبِّحُ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ○ (سورۃ الحشر، آیت 22,23,24)

نماز کے بعد مانگی جانے والی دُعائیں

1۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَاَھْلِیْ وَمَالِیْ۔ اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا ۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنِیْ مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَمِنْ خَلْفِیْ وَعَنْ یَّمِیْنِیْ وَعَنْ شِمَالِیْ وَمِنْ فَوْقِیْ وَاَعُوْذُ بِعَظْمَتِکَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِیْ۔

2۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّجَعَلْنِیْ فِیْ سَمَعِیْ نُوْراً وَّاجْعَلْ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ اَمَامِیْ نُوْراً وَّاجْعَلْ خَلْفِیْ نُوراً وَّاجْعَلْ مِنْ تَحْتِیْ نُوْراً وَّاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا وَّاَعْظَمَ لِیْ نُوْراً۔

3۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَأْثَمِ الْمَغْرَمِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ ○ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا ط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر ○

4 ـــــ حَسْبِیَ اللّٰہُ لِدِیْنِیْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لِمَا اَھَمَّنِیْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لِمَنْ بَغٰی عَلَیَّ حَسْبِیَ اللّٰہُ لِمَنْ حَسَدَنِیْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لِمَنْ کَادَنِیْ بِالسُّوْءِ حَسْبِیَ اللّٰہُ عِنْدَ الْمَوْتِ حَسْبِیَ اللّٰہُ عِنْدَ الْمَسْأَلَۃِ فِی الْقَبْرِ حَسْبِیَ اللّٰہُ عِنْدَ الْمِیْزَانِ حَسْبِیَ اللّٰہُ عِنْدَ الصِّرَاطِ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ ○

اِس کے علاوہ بہت سی دُعائیں قرآن وحدیث میں ہیں۔طالبانِ طریقتِ نقشبندیہ کو چاہیے کہ ان کو یاد کریں یا لکھ کر جب بھی وقت ملے بالخصوص نمازِ پنجگانہ ادا کرنے کے بعد قلبی توجّہ کے ساتھ پڑھیں۔

دُعائے اِستخارہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دُعائے اِستخارہ تعلیم فرمائی تا کہ کسی کام کو اختیار کرنے میں اللہ تعالیٰ کی رضا معلوم کی جا سکے۔تمام اولیائے کاملین نے اِس طریقہ کو اپنایا اور اپنے تمام معاملات، بالخصوص رُوحانیت کے معاملات میں اِس دُعا کے ذریعہ رضائے اِلٰہی کے طالب ہوئے۔

موجودہ دَور میں اِس سُنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک کر دیا گیا ہے اور نت نئے طریقے ایجاد کر لئے گئے ہیں، اِن مختلف طریقوں کو کئی بزرگوں سے منسوب کر کے سادہ لوح عوام کو خلافِ سُنّت طریقوں میں اُلجھایا جا رہا ہے۔اِس صورتِ حال کے پیشِ نظر یہاں سُنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اِستخارہ کے طریقہ کو لکھا جا رہا ہے۔

اِستخارہ کا طریقہ

دو رکعت نفل ادا کریں، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون (قل یا ایھا الکافرون) اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص (قل ھو اللہ احد)

پڑھیں۔ سلام کے بعد یہ دُعا پڑھیں؛

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ○ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ (مطلوبہ امر کا نام لیں یا اُس کام کو دل میں لائیں) خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ الَّذِیْ اُرِیْدُ (مطلوبہ امر کا نام لیں یا اُس کام کو دل میں لائیں) شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاَصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاَقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ ○

اس کے بعد اس کام کے کرنے پر دل کی جمعیت حاصل ہو جائے تو اس کام کو کریں اور اگر دل اس کام کے کرنے پر مطمئن نہ ہو تو نہ کریں۔ یہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم سمجھا جائے اور اسی میں بہتری کی اُمید بلکہ یقین ہونا چاہیے۔

ختمِ ہفت خواجگان

اسمائے مقدسہ ہفت خواجگانِ نقشبندیہ مندرجہ ذیل ہیں؛

1۔ سلطان العارفین، حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

2- حضرت خواجہ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ

3- حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

4- حضرت خواجہ احمد یسوی رحمۃ اللہ علیہ

5- حضرت یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

6- حضرت عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

7- حضرت سیّد بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ختمِ خواجگان پڑھنے کا طریقہ

باوضو ہو کر ایک حلقہ کی صورت میں بیٹھ جائیں، اگر ممکن ہو تو دوزانو ہو کر بیٹھیں۔

دورانِ ختم گفتگو یا اِشارہ سے مکمل پرہیز کریں۔ تمام حضرات یہ دُعا پڑھیں؛

- الٰہی ہم تیری بارگاہ میں رُجوع کرتے ہیں۔ جو بُرائیاں، خطائیں اور غفلتیں ہم سے ہوئیں، سب سے توبہ کرتے ہیں، بِحَقِّ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔
- سورۃ فاتحہ (07) سات بار پڑھیں۔
- درود شریف صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمْ (100) سو مرتبہ پڑھیں۔
- سورۃ الانشراح مع بِسْمِ اللّٰه (79) اناسی مرتبہ پڑھیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○ اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ ○ وَوَضَعۡنَا عَنۡکَ وِزۡرَکَ○ الَّذِیۡۤ اَنۡقَضَ ظَھۡرَکَ○ وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ○ فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا○ اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا○ فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ ○ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارۡغَبۡ○

- ○ سورۃ الاخلاص مع بسم اللّٰہ (1001) ایک ہزار ایک بار پڑھیں۔
- ○ سورۂ فاتحہ مع بسم اللّٰہ (07) سات بار
- ○ درود شریف (100) سو مرتبہ

سُبۡحَانَ اللّٰہِ (100) سو مرتبہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ (100) سو مرتبہ

لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (100) سو مرتبہ اَللّٰہُ اَکۡبَر (100) سو مرتبہ

- ○ حَسۡبُنَا اللّٰہُ وَنِعۡمَ الۡوَکِیۡلِ نِعۡمَ الۡمَوۡلٰی وَنِعۡمَ النَّصِیۡرِ○ (100) سو مرتبہ

(100) سو مرتبہ یہ شعر پڑھیں؛

شیئاً للہ چوں گدائے مستمند

المدد خواہم ز شاہِ نقشبند

مفہوم (الٰہی! تجھے تیری ذات کا واسطہ! ہم محتاج ہیں، شاہِ نقشبند کے وسیلے سے ہماری مدد فرما دے)

- ○ اس کے بعد مندرجہ ذیل کلمات سو سو 100، 100 مرتبہ پڑھیں؛

یَا قَاضِیَ الۡحَاجَاتِ۔ یَا دَافِعَ الۡبَلِیَّاتِ۔ یَا کَافِیَ الۡمُھِمَّاتِ۔ یَا اَحَلَّ الۡمُشۡکِلَاتِ۔ یَا اَمَانَ الۡخَائِفِیۡنَ۔ یَا شَافِیَ الۡاَمۡرَاضِ۔ یَا مُسَبِّبَ الۡاَسۡبَابِ۔ یَا مُجِیۡبَ الدَّعۡوَاتِ۔ یَا اَرۡحَمَ الرَّاحِمِیۡنَ۔ آمِیۡن۔

اس کے بعد اگر ہو سکے تو حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیۂ نعت پیش کیا جائے۔ آخر میں شجرۂ طریقت کا پڑھنا بھی مفید ہے۔

طریقہ ختم حضرت خواجہ سیّد فیض اللہ شاہ گیلانی تیراہی رحمۃ اللہ علیہ

- سو بار درود شریف پھر ایک ہزار بار یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ۔
- جب ہر سو کی تعداد تک پہنچیں تو ایک بار کہیں یَا کَرِیْمُ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ۔
- پھر ایک سو بار یہ درود شریف پڑھیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ اَسَیِّدِ الْفَائِزِیْنَ۔
- اس کے بعد اس ختم کا ثواب برضائے خداوندِ قدُوس و خوشنودیٔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارواحِ صالحین کو بخشے۔

جو مریض نمازِ عصر کے بعد اِس ختم کو بلاناغہ پڑھے تو ہر رنج و مرض سے نجات پائے اور ہر مطلب اور حاجت کے لئے مفید ہے۔ یہ ختم بارگاہِ خداوندی کے قرُب کا ذریعہ ہے اور اس کا پڑھنے والا بروزِ حشر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم نہیں رہے گا۔

طریقہ ختم حضرت خواجہ سیّد نور محمد شاہ گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ

- اوّل ایک سو مرتبہ یہ درود پڑھیں؛ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ اَسَیِّدِ الْاَنْوَرِیْنَ۔
- پھر پانچ ہزار بار یَا نُوْرُ پڑھیں جب سو کی تعداد تک پہنچیں تو پڑھیں؛ نَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ یَا اَللّٰہُ۔
- پھر ایک سو مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس کا ثواب اللہ کی رضا کے لئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لئے ان کی روحِ مبارکہ کو بخشے۔

جو کوئی اس ختم کو عشأ کے وقت باقاعدگی سے پڑھے گا، اس کا دل پُرنور ہو جائے گا اور بروزِ قیامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم نہیں ہوگا۔

شجرۂ طریقت ؒ

شجرۂ طیّبہ نقشبندیہ ؒ مجدّدیہ تیراھیہ ؒ چوڑاھیہ ؒ

یا الٰہی رحم کر! خیرالوریٰ ؐ کے واسطے
اور شہِ صدیق یارِ مصطفیٰ ؐ کے واسطے

دُور کر رنج وتعب ہیں جس قدر سر پر مرے
خواجۂ سلمان فارِس پارسا کے واسطے

ہو میری حاجت روائی اے خداوند کریم!
حضرتِ قاسم شہِ مُلکِ ہُدا کے واسطے

ہووے راحت مجھ کو دوجگ میں ہمیشہ یا اِلٰہ!
جعفرِ صادِق امامُ الاولیاؒ کے واسطے

دے قناعت اور صبوُری اے خداوندِ ودُود !
بایزیدِ راہ رَوِ مُلکِ بقاؒ کے واسطے

بُردباری ہو عطا مجھ کو خدائے ذوالجلال!
خواجۂ ابوالحسن خیرالدُّعا کے واسطے

کوئی حاجت ہو مرے سر پر وہ فوراً ہو ادا
خواجۂ منصور ابو اہلِ حیاء کے واسطے

کُلفتیں سب دُور ہو جائیں مِرے سر سے مجیب
بوعلی اعلیٰ مراتِب با صفا کے واسطے

بخش دے مجھ کو سرُور و راحت و عیش وطرَب
خواجۂ یوسُف شہِ حُسن اللقاء کے واسطے

کر ہدایت نیک کاموں کی مجھے بارِ الٰہ!
خواجہ عبدالخالق صاحب جود وعطاء کے واسطے

قہر سے مجھ کو اماں دے اور نہ ہو کچھ باز پُرس
خواجۂ عارِف محمد رہ نُما کے واسطے

نفسِ سرکش سے بچانا مجھ کو یاربِّ جلیل
خواجۂ محمود محمود اتقیاء کے واسطے

دے مجھے طاقت عبادت کی خدایا مالکا
حضرتِ خواجہ علی ، مشکل کشا کے واسطے

دولتِ عُقبیٰ سے مالا مال ہو جائے فقیر
خواجۂ بابا محمد باسخا کے واسطے

رُوزِ محشر نار سے مجھ کو بچانا یا عزیز
خواجۂ سیّد امیرِ بے رِیاء کے واسطے

مشکلیں حل ہوں مری اے بادشاہِ دوجہاں
شہ بہاؤالدین تاجُ الاولیاء کے واسطے

گور کی تکلیف سے مجھ کو بچانا یا سمیع
حضرتِ یعقوب چرخی اصفیاءؒ کے واسطے

حضرتِ خواجہ عبیداللہ کی خاطر دے مراد
خواجۂ زاہد محمد صاحب دُعا کے واسطے

خواجہ درویشِ محمد ، رہنمائے دینِ حق
مظہرِ فیضِ خدا جود و عطاء کے واسطے

حرکتِ شیطاں سے مجھ کو باز رکھنا اے عظیم!
خواجہ اُمکنگی ولی کامِل صفاء کے واسطے

ہو حصولِ مُدعا یا کبریا جلدی مِرا
باقی باللہ شَیخ مقبولِ خدا کے واسطے

نزع کی ہووے نہ کچھ تکلیف میری روح کو
شاہ مجدّدِ الف ثانی اولیاء کے واسطے

خواجۂ معصوم عاصِم منبعٔ فیضِ خدا
ہادیٔ راہِ ہدایت مُقتداء کے واسطے

حضرتِ خواجہ محمد اہلِ عرفان و یقین
نقشبندِ ثانیٔ پیرِ ہُدا کے واسطے

کر تواضع کا مجھے عادی خدائے ذوالمنن
حضرتِ خواجہ زبیرِ باضیاء کے واسطے

عُجب اور نخوَت سے مجھ کو دُور رکھنا یا وہاب
قُطبِ دیں، قُطب الہدیٰ، قُطب الوریٰ کے واسطے

صاف ہو باطِن مرا، ہے مُدعا اور اِلتجا
شاہ جمال اللہ ولیٔ حق نُما کے واسطے

کچھ نہ ہو ہم کو شکایت داد اور اَمراض سے
پیرِ عیسےٰ ہادیٔ راہِ ہُدا کے واسطے

مبداءِ فیضِ خدا و حامیٔ دینِ رسولؐ
شَیخ فیض اللہ ولیٔ باخدا کے واسطے

خواجۂ نورِ محمدؐ رہنمائے دینِ حق
ہادیٔ دینِ محمدؐ مقتداء کے واسطے

رَوضۂ احمد نبی مجھ کو دِکھا دے اے حکیم
خواجۂ شاہ محمد اہتدأ کے واسطے

خواب میں ہی ہو اِلٰہی مجھ کو دیدِ مصطفیٰ
پیرو مرشد شاہ سعیدِ رہنما کے واسطے

سعادتِ دارین مجھ کو تاقیامت ہو نصیب
حضرتِ مسعودالحسن صوفیٔ باصفاء کے واسطے

دین و دُنیا کے مقاصِد حاضریں کے حل ہوں
جُملہ پیرانِ طریقت اولیأ کے واسطے

عاجز و مسکین ہوں عاصی و غافل بھی ہوں
بخش دے مجھ کو خدایا انبیاء کے واسطے

اسمائے مبارکہ اولیائے کرام

سلسلہ طریقت نقشبندیہ

نمبر شمار	اسمائے مبارکہ	تاریخ وصال	مقام مزار شریف
1	حضور سرورِ کونین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	12 ربیع الاول 11 ہجری	مدینہ منورہ
2	ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	22 جمادی الآخر 13 ہجری	مدینہ منورہ
3	سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ	10 رجب 33 ہجری	مدائن
4	قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ	24 جمادی الآخر 107 ہجری	مشلل مکہ و مدینہ کے درمیان
5	امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ	15 رجب 148 ہجری	جنت البقیع مدینہ منورہ
6	بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ	12 شعبان 361 ہجری	بسطام
7	ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ	15 رمضان 475 ہجری	خرقان
8	بوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ	4 ربیع الاول 477 ہجری	طوس
9	خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ	17 رجب 536 ہجری	مرو
10	عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ	12 ربیع الاول 575 ہجری	غجدوان
11	خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ	یکم شوال 715 ہجری	ریوگر
12	خواجہ محمود الخیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ	17 ربیع الاول 717 ہجری	وابکنہ
13	خواجہ میر علی رامتینی رحمۃ اللہ علیہ	27 رمضان 718 ہجری	خوارزم

14	خواجہ بابا محمد سماسی رحمۃ اللہ علیہ	یکم جمادی الآخر 755 ہجری	قریہ سماس
15	خواجہ سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ	8 جمادی الاول 772 ہجری	سوخار
16	خواجہ سیّد بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ	3 ربیع الاول 791 ہجری	بخارا قصر عارفاں
17	خواجہ یعقوب چرخی	15 صفر 851 ہجری	ہلفتو (تاجکستان)
18	خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ	29 ربیع الاول 895 ہجری	سمرقند (روس)
19	خواجہ محمد زاہد وخشی رحمۃ اللہ علیہ	یکم ربیع الاول 936 ہجری	وخش
20	خواجہ محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ	19 محرم 970 ہجری	استفرار (ماوراٗالنہر)
21	خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ	22 شعبان 1008 ہجری	امکنگ (سمرقند)
22	عبدالباقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ	25 جمادی الآخر 1022 ہجری	دہلی
23	خواجہ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ	27 صفر 1034 ہجری	سرہند شریف
24	خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ	9 ربیع الاول 1080 ہجری	سرہند شریف
25	خواجہ محمد نقشبند ثانی رحمۃ اللہ علیہ	29 محرم 1114 ہجری	سرہند شریف
26	خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ	4 ذیقعد 1152 ہجری	سرہند شریف
27	خواجہ سیّد جمال اللہ رامپوری علیہ الرحمہ	4 صفر 1209 ہجری	رام پور، بھارت
28	خواجہ سیّد محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ	7 ذی الحجہ 1220 ہجری	چودھوان شریف گنڈہ پور ڈیرہ اسماعیل خان
29	خواجہ سیّد فیض اللہ شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ	8 ربیع الاول 1245 ہجری	تیراہ شریف
30	خواجہ خواجگان سیّد نور محمد شاہ گیلانی علیہ الرحمہ	12 شعبان 1286 ہجری	چورا شریف
31	خواجہ سیّد دین محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ	6 ذیقعد 1325 ہجری	چورا شریف
32	خواجہ سیّد شاہ محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ	18 رجب 1315 ہجری	چورا شریف
33	خواجہ سیّد غلام محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ	28 جمادی الاول 1325 ہجری	چورا شریف

34	خواجہ سیّد حضرت شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ	11 ربیع الاول 1348 ہجری	جموں کشمیر
35	سیّد محمد سعید شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ	9 ربیع الاول 1389 ہجری	چوراشریف
36	سیّد محمد مسعود الحسن شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ	7 ذیقعد 1420 ہجری بمطابق 14 فروری 2000ء	چوراشریف

نوٹ: حضرت خواجہ سیّد غلام محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے وِصال کے وقت حضرت خواجہ سیّد محمد سعید شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر سولہ سترہ سال تھی۔ آپ کو حضرت خواجہ سیّد غلام محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اچانک وِصال کے باعث بیعت کا موقع نہ مل سکا۔ آپ نے اپنے ماموں حضرت خواجہ سیّد سَید شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کر کے سلسلہ طریقتِ نقشبندیہ مجدّدِیہ کی نسبت حاصل کی۔

مختصر تذکرہ شجرۂ نسب
خواجگانِ چوراھیہ

حضرت خواجہ سیّد نور محمدؒ گیلانی چوراھی رحمۃ اللہ علیہ

خواجۂ خواجگان، غوثِ زمان، قطبُ الاقطاب، مظہرِ کرامات، جامعِ کمالات، دافعِ بدعات، وارثِ کمالاتِ نبویہ، امامِ طریقت، رہبرِ شریعت، آگاہِ حقیقت مولانا خواجہ سیّد نور محمد گیلانی تیراہی ثم چوراہی رحمۃ اللہ علیہ علمائے راسخین سے تھے۔ آپ نے اپنے والدِ گرامی سیّد فیض اللہ گیلانی تیراہی رحمۃ اللہ علیہ سے طریقتِ نقشبندیہ مجددیہ کا فیض حاصل کیا۔ آپ ہر چہار سلسلۂ طریقت نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ کے علاوہ قادریہ صالحیہ، قادریہ ثانیہ اسلامیہ، قادریہ سعیدیہ ثالثہ، چشتیہ صابریہ ثانیہ، چشتیہ نظامیہ ثالثہ، چشتیہ فریدیہ رابعہ، کبرویہ جنیدیہ، رکنیہ کمالیہ، کبرویہ یعقوبیہ ثانیہ، مداریہ صدیقیہ، شطاریہ سے بھی مجاز ہیں۔

سلسلۂ نسب

خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ نسب یہ ہے:

''حضرت خواجۂ خواجگان سیّد نور محمد چوراہی بن سیّد فیض اللہ تیراہی بن سیّد خان محمد گردیزی بن سیّد علی ولی محمد بن سیّد شیخ سلیمان بن سیّد شیخ سلطان بن سیّد شیخ الاسلام عبدالسلام بن سیّد عبدالرسول بن سیّد موسیٰ بن سیّد حسین بن سیّد ظہیرالدین ابوسعود میر شہاب الدین احمد متقی بن سیّد محی الدین ابونصر محمد بن سیّد عماد الدین

ابو صالح نصر بن سیّد عبدالرزاق بن سیّد شیخ عبدالقادر جیلانی بن سیّد ابو صالح موسیٰ جنگی دوست بن سیّد ابی عبداللہ بن سیّد یحییٰ الزاہد بن سیّد محمد بن سیّد داؤد بن سیّد موسیٰ بن سیّد عبداللہ بن سیّد موسیٰ الجون بن سیّد عبداللہ المحض والمجل بن سیّد حسن مثنیٰ بن حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ بن سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم واز مادر سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔"

حالاتِ زندگی

خواجۂ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ قبائلی علاقہ تیرآہ کے گاؤں اخوند کوٹ، تیزئی شریف میں پیدا ہوئے۔آپ کے چار بھائی تھے،حضرت سیّد گل محمد گیلانی، حضرت سیّد جان محمد گیلانی ،حضرت سیّد صالح محمد گیلانی،حضرت سیّد محمد نور گیلانی، جو اپنے اپنے مقام پر نہایت بلند مرتبہ تھے۔آپ چونکہ رُوحانیت کی طرف زیادہ رجحان رکھتے تھے اس لیے عوام الناس آپ کے ظاہری علم سے ناواقف تھے،جبکہ آپ کے چھوٹے بھائی سیّد گل محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ علم ظاہری میں بھی بلند مقام رکھتے تھے،لیکن جب آپ کو کسی دینی مسئلہ میں کوئی مشکل پیش آتی تو خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسئلہ کے متعلق رجوع فرماتے، روایت ہے کہ سیّد جان محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ نسبت ہونے کے علاوہ افغانستان میں قاضی کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔سیّد صالح محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ علمِ حکمت میں کمال رکھتے تھے اور آپ کے سب سے چھوٹے بھائی نے حضرت سیّد محمد نور گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی گوشہ نشینی میں گزار دی۔

مندرجہ بالا مختصر حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ خواجہ سیّد فیض اللہ گیلانی تیراہی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد صاحبِ نسبت اور صاحبِ علم تھی۔یہی وجہ ہے کہ آپ کی اولاد میں اکثر صاحبِ علم گزرے ہیں۔

حضرت بابا جی سیّد نور محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ قریباً اسّی (80) سال تیزئی شریف میں قیام پذیر رہے۔ اِس دوران کثیر تعداد میں اہلِ ایمان آپ سے فیضیاب ہوئے۔ جب آپ سے فیض حاصل کرنے والوں کا رُخ تیزئی شریف کی طرف ہوا تو حاسدین کے ایک گروہ نے آپ کے خلاف سازِش کی۔ اس علاقہ کا ایک مُلّاں، جس کا نام ولی خاں تھا، اِس گروہ کی قیادت کر رہا تھا۔ ولی خان نے آپ پر طرح طرح کے الزامات عائد کئے اور جگہ جگہ لوگوں سے خطاب کرتا اور انھیں خواجہ سیّد نور محمد گیلانی المعروف بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جانے سے روکنے لگا۔ آپ کے خلاف انتہائی مکروہ پروپیگنڈہ کیا جانے لگا کہ بابا جی صاحب معاذ اللہ اپنے مریدوں کو یا ابلیس کا ذکر تلقین کرتے ہیں۔ یہ انتہائی گھٹیا الزام تھا، یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک عالمِ دین اور معرفتِ خداوندی سے معمور دل رکھنے والی ہستی اپنے مریدوں کو اللہ سے قریب کرنے کی بجائے دُور کر دے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ دَور کے ایک غیر مقلد مولوی عبدالرحمان کیلانی نے اپنی کتاب "شریعت وطریقت" میں اس مکروہ الزام کو بغیر تحقیق کے دُہرایا ہے، جس کا جواب اُس کو بروزِ حشر دینا ہوگا۔ عبدالرحمان کیلانی کا یہ بہتان اور اختراع ہے اور بہتان صرف وہی لوگ باندھتے ہیں، جو شیطان کے راستے پر چلنے والے ہوتے ہیں۔ رحمٰن کے راستے پر چلنے والے بلا تحقیق کوئی الزام بزرگانِ دین پر عائد نہیں کرتے کیونکہ قرآنِ مجید میں حکم ہے کہ کوئی بات بغیر تحقیق کے آگے نہ پھیلاؤ۔ کیلانی کو یہ تو سوچ لینا چاہیے تھا کہ جن کی اولاد آج تک دینِ اسلام کی خدمت کر رہی ہے، وہ خود نعوذ باللہ گمراہیوں کا درس کیسے دے سکتے ہیں؟

بہر حال افغان قوم ولی خان کے جھانسے میں آگئی اور انھوں نے بابا جی سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پنجاب اور ہندوستان سے جانے والے مریدوں کو لوٹنا اور تنگ کرنا شروع کر دیا۔ چند سال تو اس صورتِ حال کو برداشت کیا جاتا رہا کہ شاید بہتری کی کوئی

صورت پیدا ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت کچھ اور ہی تھی، جس کو بہر حال پورا ہونا تھا۔ جب مولوی ولی خاں کی ایذا رسانیاں حد سے بڑھ گئیں تو بابا جی صاحب سے اپنے عقیدت مندوں کی تکلیف برداشت نہ ہو سکی اور آپ تیزئی شریف سے ہجرت کر کے کوہاٹ کے علاقہ ڈراڈر میں تشریف لے آئے۔ یہاں چند سال قیام کرنے کے بعد خلیفہ احمد فقیر کے اصرار پر بمقام "چورا" تشریف لائے، جو آپ کی نسبت سے "چورا شریف" مشہورِ زمانہ ہوا۔ بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ 1284ھ میں چورا شریف تشریف لائے اور قریباً ڈیڑھ سال کا عرصہ یہاں قیام پذیر رہنے کے بعد 1286ھ میں وِصال فرمایا۔

بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چار فرزند تھے، جن کے نام یہ ہیں؛

سیّد احمد گل، سیّد فقیر محمد، سیّد دین محمد اور سیّد شاہ محمد

بابا جی صاحب کے چاروں فرزند صاحبانِ علم و عرفان تھے۔ اِن حضرات نے اپنی تمام زندگی اللہ تعالیٰ کے دین کو پھیلانے میں صرف کر دی۔ بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فیضان ہے کہ آج تک آپ کی اولاد نسل در نسل خدمتِ دین میں مصروف ہے۔ اس طرح بہت کم ہوا ہے کہ کسی ولیٔ کامل کی اولاد اتنے لمبے عرصہ تک اپنے بزرگوں کے راستے پر گامزن رہ سکی ہو لیکن یہ بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خاص کرامت ہے کہ چھ نسلوں کے گزرنے کے باوجود آپ کا مشن جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا۔

دل تو کرتا ہے کہ آپ کی اولاد بالخصوص آپ کے فرزندوں کا تفصیلی تذکرہ کیا جائے لیکن یہاں مفصل حالات سپردِ قلم کرنے کی گنجائش نہیں ہے، جو لوگ ذوق وشوق رکھتے ہوں اور بابا جی صاحب کی اولاد کے مفصل حالات سے واقف ہونا چاہتے ہوں تو کتاب "جواہرِ نقشبندیہ" تالیفِ لطیف محمد یوسف مجددی رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ کریں۔ یہ کتاب تمام خاندانِ چوراہیہ کی متفقہ اور مستند کتاب ہے، جس کو قبولیتِ عامہ حاصل ہوئی ہے۔

خاندانِ سعیدیہ

بابا جی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے فرزند سیّد شاہ محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔ سیّد شاہ محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ حافظِ قرآن، صاحبِ علم و عرفان تھے، آپ کے فرزند سیّد غلام محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کی ایک مشہور درسگاہ سے فارغ التحصیل تھے، سیّد غلام محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی زندگی میں صرف ایک تبلیغی دورے کا موقع ملا، آپ نے پنجاب، ہندوستان کے اکثر علاقوں اور جموں و کشمیر کا تبلیغی دورہ کیا اور ہزاروں غیر مسلموں کو داخلِ اسلام کیا، اگر آپ کو شہید نہ کیا جاتا تو ایک کثیر زمانہ آپ سے فیض یاب ہوتا۔

حضرت خواجہ سیّد غلام محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے وِصال کے وقت آپ کے فرزند حضرت خواجہ سیّد محمد سعید شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ بہت چھوٹے تھے لیکن شفقتِ پدری سے محرومی اپنے بزرگوں کے مشن کو جاری رکھنے میں آپ کے سامنے رکاوٹ نہ بن سکی۔ آپ نے علومِ درسیہ کو نہایت مشکل حالات میں مکمل کیا اور اپنے خاندان میں "مولوی صاحب" کے نام مشہور ہوئے۔ آپ نہایت زیرک اور صاحبِ علم تھے۔ آپ کی تمام زندگی دُنیاوی حرص و ہوس سے دُور رہی۔ آپ کے متعلق خاندانِ چوراہیہ کی ایک بزرگ شخصیت کا یہ فقرہ مشہور ہے کہ اگر مولوی محمد سعید شاہ گیلانی اپنے علم کے زور پر دُنیا حاصل کرنا چاہتا تو اس زمانے میں اس سے بڑھ کر کوئی امیر نہ ہوتا لیکن آپ نے اپنے بزرگوں کے ورثہ کو ہی سب سے بڑی دولت سمجھا۔ علمِ دین سے آپ کی محبت کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ نے اپنے پانچ فرزندوں کو دین و دُنیا کے علوم سے روشناس کرایا۔ یہ آپ کا فیضانِ نظر ہی ہے کہ آج بھی آپ کی اولاد میں علم سے شغف رکھنے والے موجود ہیں۔

حضرت خواجہ سیّد محمد سعید شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بڑے فرزند پیر سیّد محمود الحسن

شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو پلندری آزاد کشمیر کے مدرسہ تعلیم القرآن میں داخل کروایا۔آپ کی علمی قابلیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کوعلومِ درسیہ سے فارغ ہوئے ایک زمانہ گزر چکا تھا لیکن جب بھی کوئی دینی مسئلہ آپ کے سامنے زیر بحث ہوتا تو آپ اس کا حوالہ بمع کتاب اور بعض اوقات صفحہ تک بتا دیتے۔اس بندۂ ناچیز (مؤلف کتاب ہٰذا) کے اندر علمی ذوق پیدا کرنے میں آپ کی حوصلہ افزائی کا بڑا ہاتھ ہے۔

حضرت خواجہ سیّد محمد سعید شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے فرزند پیر سیّد مسعود الحسن شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے جید ترین علماً میں سے تھے۔آپ کے جلیل القدر اساتذہ میں مفتی احمد یار خان نعیمی، مفتی محمد حسین نعیمی، سیّد ابوالبرکات، سیّد وِلایت شاہ گیلانی، حافظ محمد خان عالم صاحب، قاضی عبدالسبحان کھلابٹوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین شامل تھے۔آپ کو اپنے خاندان میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔آپ کو بابا جی خواجۂ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہما سے بے حد محبت تھی۔آپ کی گفتگو اور تقاریر ان حضرات کے تذکرہ سے مزین ہوتی تھیں، آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد و نظریات کے زبردست حامی تھے۔آپ کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر بعض لوگوں کی طرف سے کئے جانے والے اعتراضات اتنے ناگوار گزرے کہ آپ نے تمام مصلحتوں سے بے پرواہ ہو کر ایک کتاب "توضیحاتِ مجددیہ" لکھی۔

حضرت خواجہ سیّد محمد سعید شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے فرزند پیر سیّد مختار الحسن شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی صاحبِ علم و عرفان تھے۔آپ کو مسائلِ فقہ میں کافی شغف تھا۔آپ نہایت حلیم الطبع اور معاملہ فہم بزرگ تھے۔علم حاصل کرنے والوں کی اس طرح حوصلہ افزائی فرماتے تھے کہ طلباً کے اندر عزم و ہمت کے جذبے جوان ہو جاتے۔

حضرت خواجہ سیّد محمد سعید شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے چوتھے فرزند پیر سیّد محمد طفیل شاہ گیلانی

صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی علمی ذوق رکھتے تھے۔آپ کسی بھی دینی مسئلہ پر ایسی مدلل گفتگو کرتے تھے، جو صاحبانِ علم کے لئے اضافۂ علم کا باعث بنتی۔

حضرت خواجہ سیّد محمد سعید شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے فرزند پیر سیّد محمد طیّب شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کم آمیز طبیعت رکھتے تھے۔آپ ہر وقت اپنے ربّ کی یاد میں رہتے تھے اور گوشہ نشینی کو زیادہ پسند کرتے تھے۔

اس مختصر سے تذکرہ سے قارئین کو یہ جاننے کا موقع ملا ہوگا کہ حضرت خواجہ سیّد محمد سعید شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا گھرانہ علمی اعتبار سے ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تمام خاندان کو دینِ اسلام کی سچی خدمت کی توفیق عطا فرما کر دُنیاوی آلائشوں سے محفوظ رکھے۔آمین۔

اصطلاحات اور ان کے معانی

اتمامِ حجت؛ حجت پوری ہونا

اجماع؛ اہلِ ایمان کا ایک مسئلے پر جمع ہو جانا

آفاق؛ ظاہر

انفس؛ باطن

الحاد؛ بے دینی

اہلِ معرفت؛ اللہ تعالیٰ کی پہچان رکھنے والے

براہین؛ واضح دلیل

بیعت؛ اپنے ہاتھ اپنے مرشد کے ہاتھ میں دے دینا یعنی اپنے ارادے کو اپنے مرشد کے سپرد کر دینا۔

تزکیہ؛ پاکیزگی

تزکیۂ باطن؛ باطن کی پاکیزگی

تصفیۂ باطن؛ باطن کی صفائی

تجلیات؛ روشنیاں

تجلیٔ افعال؛ اللہ کے افعال کا نظر آنا

تجلیٔ ذات؛ اللہ تعالیٰ کی ذات کے انوارات

جذبہ؛ محبت

حجاباتِ ظلمانی سیاہ حجابات

حجاباتِ نورانی؛ نور والے حجابات

حدیثِ متواتر؛ جس کی متواتر سند موجود ہو

رابطہ؛ تعلق

زندقہ؛ بدعقیدگی

ذکرِ جہر؛ بلند آواز میں اللہ کا ذکر کرنا

ذکرِ خفی؛ زبان کی حرکت کے بغیر اللہ کا ذکر

سالِک؛ سلوک طریقت کا طے کرنے والا

سیرِ لطائف؛ لطائف کا طے کرنا

شجرۂ نسب؛ جس سے نسل چلتی ہے

شجرۂ طریقت؛ جس سے طریقت چلتی ہے

شرحِ صدر؛ حق بات قبول کرنے کی صلاحیت

حقیقت؛ کسی شے کی اصل

شریعت؛ دین اسلام کے تمام احکامات

صواب؛ صحیح

ضیقِ صدر. دل کی تنگی

طریقت؛ طریقہ، ظاہر و باطن دینِ اسلام کے مطابق بنانے کا عملی طریقہ

عالمِ خلق؛ دُنیا

عالمِ امر؛ عالمِ بالا

علت؛ سبب، وجہ

لطیفہ؛ ایسا جسم جس سے روشنی منعکس ہو جائے

لطیفۂ قلب؛ قلب کا مقام

لطیفۂ رُوح؛ روح کا مقام

لطیفۂ قالب؛ جسم

لطیفۂ نفس؛ نفس کا مقام

مرشِد؛ وہ شَیخ ہے جو ضروریاتِ دین کا علم رکھے اور دین کے احکامات کے مطابق زندگی گزارے اور وہ کسی کامِل شخص کی صحبت سے فیض یافتہ بھی ہو۔

محققین؛ تحقیق کرنے والے

مراقبہ؛ خیالات کی نگرانی

وحی؛ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی پر نازل ہونے والا کلام

وحیٔ متلو؛ قرآنِ مجید

تمام شد